مسلسل اشاعت کے ۵۳ سال

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ ۳ جلد ۱۹ | محرم ۱۴۳۶ نومبر 2014
Email: khatmenubuwwat@ymail.com

قائداعظم کا پاکستان

تینتیسویں سالانہ
آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس

چناب نگر میں قادیانی
اور پولیس کیا کر رہی ہے

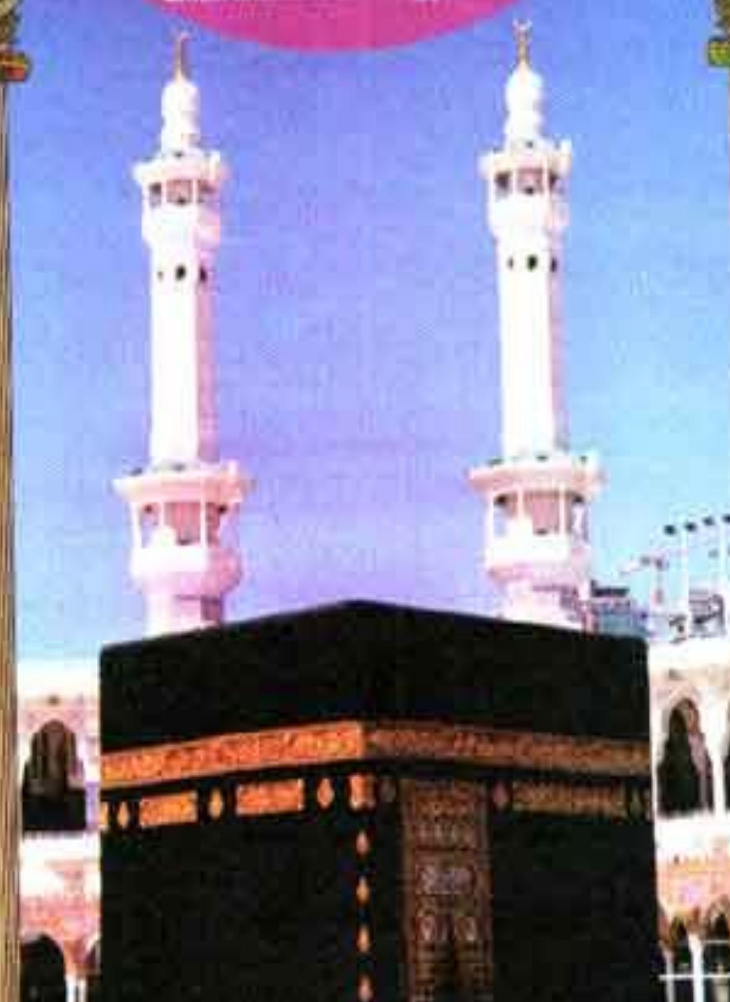

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۲ ○ جلد: ۱۹

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ
مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ
زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب
زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب
نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا
چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد
حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی
ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود
مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی
کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

مولانا فضل الرحمن صاحب! ...... تم جیو ہزاروں سال	مولانا عبداللہ معتصم	3

مقالات ومضامین

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	جناب اقبال احمد صدیقی	6
روایت ''لاتقولوا لا نبی بعدی'' کی تحقیق (قسط نمبر:1)	مولانا رضوان عزیز	10
انسانی حقوق اور اسلام	جناب محمد صدیق مدنی	12
قائداعظم کا پاکستان (قسط نمبر:2)	شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق مدظلہ	15
ایک ہفتہ..... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دیس میں (قسط نمبر:11)	مولانا اللہ وسایا	17

شخصیات

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ	جناب ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ	21

رد قادیانیت

تینتیسویں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس	مولانا اللہ وسایا	24
چناب نگر میں قادیانی اور پولیس کیا کررہی ہے؟	مولانا محمد اکرم طوفانی	37

متفرقات

تبصرہ کتب	مولانا عبداللہ معتصم	56

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

کلمۃ الیوم

مولانا فضل الرحمٰن صاحب ...... تم جیو ہزاروں سال

وطن عزیز میں علماء کرام اور مدارس دینیہ کے طلباء کے قتل کا جو ایک سلسلہ چل نکلا ہے وہ انتہائی حیران کن بھی ہے اور افسوسناک بھی۔ گزشتہ چند برسوں میں کراچی تا خیبر اور پنجاب تا بلوچستان بے شمار علماء حق کی نعشیں اور مدارس دینیہ کے طلباء کا لہو بہتا نظر آیا۔ اب تک جتنے علماء کرام اور مدارس دینیہ کے اساتذہ کو نشانہ بنایا گیا ان تمام میں ایک قدر مشترک ہے۔ وہ سب بلا کے ذہین، سمجھدار اور باصلاحیت تھے۔ ان کا عوامی رابطہ نہایت مستحکم تھا۔ معاشرے کے نبض پہ ان کا ہاتھ تھا۔ امن وسکون اور حب الوطنی کے پرزور داعی تھے۔ عوامی گفتگو کے ماہر اور ذہن سازی میں طاق تھے۔ یہ حضرات دن دیہاڑے کسی اندھی گولی کا نشانہ بنے۔ لیکن ان کی موت کے بارے میں کوئی تحقیقات ہوئی نہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے سنجیدگی کا مظاہرہ کیا گیا۔ نہ کبھی قاتلوں تک رسائی حاصل کی گئی اور نہ ان علماء کے قتل کے پیچھے سازشوں کو بے نقاب کیا گیا۔ بس حکومتی اہلکاروں کی طرف سے مذمت اور ہمدردی کے دو بول اور کچھ عرصہ بعد ایک اور نعش، ایک نیا حادثہ اور وہی مذمتی بیانات۔ اس المیے کی تازہ مثال قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہیں جن پر کوئٹہ میں مفتی محمود کانفرنس کے موقع پر بم دھماکہ ہوا۔ مگر اللہ کے فضل وکرم سے مولانا محفوظ رہے۔ اس واقعہ کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ کیونکہ مولانا صاحب عصر حاضر میں امت مسلمہ کے لئے بہت بڑا اثاثہ ہیں۔ پرامن جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں۔ استعمار کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اسلام اور پاکستان کے خلاف ہونے والی سازشوں کو بے نقاب کرتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ آئین اور قانون کی بات کرتے ہیں۔ سیاست کے مے خانے میں جہاں پگڑیاں اچھلتی ہیں اور کردار داغدار ہوتے ہیں، مولانا بے داغ اور شفاف کردار کے حامل ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی پارٹی ملک کی سب سے بڑی مذہبی سیاسی جماعت ہے۔ جس کا دینی، ملی اور سیاسی کردار ہر دور میں مسلم رہا ہے۔ کافی عرصے سے وطن عزیز میں اسلام کے نفاذ کی باوقار، پرامن اور غیر مسلح جدوجہد کر رہی ہے۔ غیر سنجیدہ پارٹیوں کی طرف دھرنوں اور احتجاجوں کے ذریعے نظام کو تلپٹ کر کے غیر آئینی تبدیلی کی نہ کبھی کوشش کی ہے نہ حمایت۔ ہمیشہ بیلٹ اور پارلیمانی نظام کا خیال اور لحاظ کیا ہے۔

۲۰۱۱ء میں حضرت مولانا پر ۲۴ گھنٹوں میں صوابی اور چارسدہ میں پے بہ پے دو خودکش حملے ہوئے۔ کئی جانیں تلف ہوئیں۔ مگر مجال ہے کہ کوئی اینٹ بجی ہو یا پتہ یا پھڑکی ہو۔ اسی طرح حالیہ بم دھماکہ کہ جس میں تین افراد شہید جب کہ متعدد زخمی ہوگئے۔ حیرت کی بات ہے ایک پارٹی کے سربراہ کے ساتھ اتنا بڑا سانحہ ہوا لیکن ان کے پارٹی ورکروں نے کیسے ضبط کا بندھن تھامے رکھا۔ انہوں نے کسی گاڑی، رکشے کو آگ نہیں لگائی۔ کوئی دکان نہیں

جلائی۔کوئی روڈ بلاک نہیں کیا۔عوام اور سرکار کے املاک کو نقصان نہیں پہنچایا۔کسی مخالف پارٹی کے دفتر پر پتھراؤ نہیں کیا۔کسی راہ گیر کو ڈنڈوں کا نشانہ نہیں بنایا۔کسی پولیس والے یا سرکاری اہل کار پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔کسی کو بلاثبوت ذمہ دار نہیں ٹھہرایا۔اگر ردعمل دکھایا تو صرف اتنا کہ مولانا نے فرمایا: ''اگر ملکی ادارے مجھے پاکستانی سمجھتے ہیں تو حملے کی تحقیقات کریں۔'' اور کارکنوں نے پرامن احتجاج کیا۔پھر بھی لوگ کہتے ہیں کہ مذہبی لوگ شدت پسند ہیں۔بنیاد پرست ہیں۔آپ ذرا تصور کریں اگر یہ حملہ کسی دوسری پارٹی کے سربراہ پر ہوتا اور ان کے ۳ کارکن شہید اور متعدد زخمی ہوجاتے تو ملک کا کیا حشر ہوتا۔ملک والوں کا کیا حشر ہوتا۔

ہم حکومتی اہلکاروں سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ غیر ذمہ دارانہ اور جانب دارانہ رویہ ترک کریں۔ مولانا پر حملے کے واقعے کو محض ایک حادثہ نہ سمجھیں۔آخر وہ کون سی قوتیں ہیں جو اپنے مقاصد واہداف کے راستے میں مولانا کو رکاوٹ سمجھتی ہے۔افغانستان سے بوریا بستر گول کر کے واپس پلٹنے والی طاغوتی قوتوں کے اس خطے میں منصوبہ بندی سے صرف نظر کرنا زیادتی ہے۔عرب اور دیگر مسلم ریاستوں میں شیعہ سنی فسادات اور پاکستان میں اس کو درآمد کرنے والے ادارے صرف مولانا فضل الرحمٰن نہیں بلکہ اتحاد واتفاق کے داعی اور وحدت امت کے علمبردار جملہ علماء کرام کو نشانہ بنانے کی کوشش کررہے ہیں۔اس لئے مولانا پر ہونے والے حملے کو معمول کی ایک واردات سمجھنا ناانصافی اور عاقبت نااندیشی ہے۔حکومت کو اپنی غیر ذمہ داری، جانب داری، بے حسی اور غفلت والی روش ترک کر کے اس صورتحال کو کنٹرول کرنا ہوگا۔سچ تو یہ ہے کہ میں سوچ کر بھی لرز جاتا ہوں، کرب واذیت کا شکار ہوجاتا ہوں کہ خدانخواستہ اب مولانا ہمارے بیچ نہ ہوتے تو......

صد شکر کہ خدا نے ملک کو بہت بڑے صدمے سے بچالیا:

تم جیو ہزاروں سال سال کے دن ہوں پچاس ہزار

بلوچستان میں ہوا کچھ یوں کہ جمعیت علماء اسلام نے ۲۳؍اکتوبر ۲۰۱۴ء کو کوئٹہ میں بہت بڑی سطح کی کانفرنس کا اعلان کر رکھا تھا۔قائد جمعیت حضرت الامیر مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم ایک روز قبل کوئٹہ تشریف لے گئے۔حضرت مولانا عبدالواسع صاحب مدظلہ کے ہاں آپ کا ظہرانہ تھا۔وہاں پر ہی قیلولہ کیا۔عصر کے بعد حضرت حافظ حسین احمد صاحب کے مدرسہ میں تشریف لے گئے۔وہاں سے قاری میر محمد صاحب کے مدرسہ میں تشریف لے گئے۔جہاں طلباء میں بخاری شریف کی پہلی حدیث شریف پر درس دیا۔وہاں سے فارغ ہوئے تو مولانا حسین احمد شرودی کی والدہ مرحومہ کی تعزیت کے لئے ان کے گھر حاضری دی۔غرض ظہر سے رات گئے تک پورے کوئٹہ میں آزادانہ پھرتے رہے۔ہر جگہ بھرپور محبتوں بھرا استقبال ہوتا رہا۔لوگوں کی نیازمندی اور محبت کے جذبات سے لگ رہا تھا کہ کل ۲۳؍اکتوبر کو بھرپور جلسہ ہوگا۔چنانچہ اگلے روز بھرپور اور مثالی جلسہ عام ہوا۔جلسہ گاہ سے بالکل قریب میں آپ کی رہائش تھی۔ساڑھے...... بجے آپ جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔بیان ہوا۔آپ کے بیان کے بعد ابھی قراردادیں، جمعیت میں شمولیت کرنے والوں کے اعلانات کا مرحلہ باقی تھا۔لیکن آپ تقریر ختم کرتے ہی گاڑی میں سوار ہوکر جلسہ گاہ سے چل دیئے۔دو گاڑیاں آگے تھیں۔دو پیچھے تھیں۔ابھی ایک آدھ موڑ مڑے ہوں

گے کہ آپ کی گاڑی کے قریب بم بلاسٹ ہوگیا۔ بلاسٹ گاڑی کی سائیڈ پر ہوا تھا۔ گاڑی کی حالت نا قابل دید نی ہوگئی۔ چاروں سمت اندھیرا، بدبو، مٹی کے بادل چھا گئے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اتنا سخت اور زوردار دھما کہ تھا کہ مجھے اتنا شدید دھچکا لگا اور بازو پر دباؤ پڑا کہ ایک دفعہ تو خیال ہوا کہ بازو ٹوٹ گیا ہے۔ لیکن ہاتھ کی انگلیوں کو ہلایا تو اندازہ ہوا کہ بازو سلامت ہے۔ گاڑی کے اندر بدبو، دھواں دیکھا تو خیال گزرا کہ کہیں گاڑی کو نیچے سے آگ نہ لگ گئی ہو۔ یہ تاثر بھی ایک لمحہ بعد غلط ہوگیا کہ صرف بعض تاروں میں دھواں ابھرا تھا۔ گاڑی کی باڈی شدید متاثر ہوئی۔ لیکن انجن کا نظام درست رہا۔ ڈرائیور نے پھٹے ٹائروں، ٹوٹی اور پچکی باڈی کے باوجود گاڑی چلانے میں دیر نہ کی۔ پھسلتے رینگتے گاڑی رہائش گاہ پر آ گئی۔ جلسہ میں سامعین نے دھما کہ کی آواز سنی تو پورا اجتماع دھاڑیں مارتا گاڑی کے پیچھے دوڑنا شروع ہوا۔ رہائش گاہ قریب تھی۔ وہاں پہنچے تو گاڑی کے تین دروازے پچک کر جام ہوگئے۔ ڈرائیور سائیڈ کا در کھل پایا۔ ساتھیوں نے اس دروازے سے آپ کو نکالا۔ باہر تشریف لائے۔ ساتھیوں کی جان میں جان آئی۔ واقعی مارنے والوں سے بچانے والا طاقتور ہے اور اللہ اکبر ہے۔

العظمۃ للہ ولرسولہ! یہ تمام تفصیلات خود حضرت مولانا نے ارشاد فرمائیں۔ جب ”عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت“ کا وفد امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم کے حکم پر ملاقات واظہار عقیدت وہمدردی کے لئے اسلام آباد آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ، مرکزی نائب امیر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ، مرکزی خازن مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مرکزی ناظم اطلاعات ونشریات مولانا عزیز الرحمن ثانی اور راولپنڈی کے رہنما مولانا قاضی ہارون الرشید شامل تھے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب دامت برکاتہم جرأتوں کا نشان، اہل حق کے قافلہ کے میر کارواں ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں سلامت باکرامت رکھے۔ ان کے دم قدم سے علماء کی شان، مدارس کی آن اور دینی جماعتوں کا بھرم قائم ہے اور انشاء اللہ یہ قائم رہے گا۔ حق تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھیں۔ آمین!

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

اقبال احمد صدیقی

آپ نے خلافت اسلامی کو انقلابی تبدیلیوں سے خلافت راشدہ ثانی بنادیا۔ خلیفہ مقرر ہوتے ہی عمر بن عبدالعزیزؒ نے جاگیریں واپس لے لیں۔ امراء کے وظائف بند کر دیئے۔

۹۹ھ کا ماہ صفر المظفر وہ مبارک اور یادگار مہینہ ہے جب امیر المؤمنین سلیمان بن عبدالملک بن مروان الاکبر کے تین سالہ عہد خلافت کے بعد ان کے عم زاد، بے مثال عادل ومنصف مزاج، نیک نفس، متقی، دیانت وامانت کے پیکر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ امیر المؤمنین قرار پائے اور کئی براعظموں میں لاکھوں مربع میل رقبہ پر پھیلی ہوئی قلمروئے اسلامی کا نظم ونسق، خدمت خلق میں کوتاہی کے اندیشے اور خوف خدا کے غلبہ سے کافی پس وپیش کے بعد اس وقت سنبھالا جب ایوان خلافت میں ہزاروں عوام وخواص نے پہنچ کر عمر ثانی جناب عمر بن عبدالعزیز بن مروان الاکبر سے بیعت خلافت کی۔ فرائض کی منصفانہ بجاآوری کے شدید احساس کے باوجود انہیں یہ ذاتی مجبوری بھی لاحق تھی کہ امیر المؤمنین سلیمان نے اپنے چچا کے پابند شریعت اور نیکوکار فرزند حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو منصب خلافت سنبھالنے کے فوراً بعد اپنا وزیر اعظم بنالیا تھا۔ پھر اپنی وفات سے پہلے ایک وصیت کے مطابق انہیں اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔

وہ ایک انصاف پرور، ذہین، سلیم الطبع اور سادگی پسند شخص کے طور پر عام نظروں میں تھے۔ مصر، مدینہ اور دیگر صوبوں کے گورنر اور کئی علاقوں کے عہدیدار رہے۔ لیکن ان کے بارے میں بھی کسی ذاتی یا سرکاری کوتاہی کی شکایت مرکز کو نہیں ملی۔ بلکہ ان کے احکامات اور فیصلے اپنے پیش رو حکام کے لئے رہنمائی کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کی خوش قسمتی میں کیا شک ہوسکتا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ بی بی ام عاصم، بنت عاصم بن فاروق اعظمؓ اپنے زمانے کی بہترین نیکوکار اور خدا ترس خاتون تھیں۔ یہ والدین ہی کی موزوں تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اپنے عہد کے بہترین مسلمان بن کر تیار ہوئے۔

ان کے والدین نے کئی برس اپنی اقامت مصر میں رکھی۔ اس وقت بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اہل علم وتقویٰ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ میں رکھا گیا۔ چنانچہ یہ حافظ قرآن اور سنت رسول کے بلند پایہ عالم دین ہوگئے۔ کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت انس بن مالک اور صالح بن کیسان سے اور دیگر تابعین کرام سے انہیں تحصیل علم کا موقع ملا۔ آپ فطرتاً صالح، باحیا، شائق علم القرآن تھے۔ مشہور محدث صالح بن کیسان کی توجہ خاص سے ان کی ذہانت اور صلاحیت حافظہ کے جوہر اور کھلے۔

فلاحی ریاست خلافت اسلامیہ کے مشہور اموی خلیفہ مروان بن حکم کے پوتے عبدالعزیز بن مروان کے

فرزند تھے اور ان کی ماں ام عاصم سیدنا عمر فاروقؓ کی پوتی تھیں۔ گویا فاروقی خون بھی ان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ ان کے والد اکیس برس تک مصر کے گورنر رہے۔ تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی درباری آداب شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے شاہی سواری پیش کی گئی۔ آپ نے اسے واپس کر دیا اور خدام کو نصیحت کی۔ ''میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے۔''

پہلی صدی ہجری کے چھٹے اور ساتویں عشرے تاریخی نقطہ نظر سے مسلمانوں کے فرمانروائی، عسکری حکمت عملی، بازنطینی حکمرانوں کی بار بار عہد شکنی اور ان کی فوجی یورشوں کی سرکوبی حتیٰ کہ قسطنطنیہ پر سپاہ اسلامی کی مجاہدانہ پیش رفت کے حوالہ سے خاصے ہنگامہ خیز تھے۔ اگرچہ واقعات وحوادث اس سے قبل بھی کچھ کم چشم کشا اور عبرت آموز نہ گذرے تھے۔ مؤرخ کے قلم کی روشنائی خشک نہ ہونے پاتی تھی کہ ایک نئی آزمائش ملت اسلامیہ کے مقابل آجاتی تھی۔ جسے حضور رسالت مآب ﷺ کی امت حکمت الٰہی تصور کر کے قبول کر لیتی تھی۔ اسے حسن اتفاق کہا جائے یا امر ربی کہ عہد رسالت نبوی کے دور مکی سے لے کر دور مدنی تک اس پورے دورانیہ میں، پھر عہد خلافت راشدہ میں یا اس کے بعد متواتر مسلمانوں میں ایسی یگانہ روزگار، شجاع، غیور، صاحب ایمان واستقامت، عادل وراشد اور حامل کمال شخصیات جلوہ افروز ہوتی رہیں جنہوں نے کفر واسلام کے میدان کارزار میں اپنے فریضہ جہاد کو اوّلیت دی۔ عدل وانصاف میں اپنی اولاد، اقارب اور نبداری روا نہ رکھی۔ جس کا جو حق تھا وہ اسے دلایا۔ بیت المال کو محض قوم کی امانت سمجھا۔ حتیٰ کہ بصد اصرار اپنی جائز ضرورت کے لئے بھی حقیر سی رقم لی تو قبل از وفات بیت المال کو واپس کر دی گئی۔

تاریخ اسلام کی ان مجموعہ محاسن وکمالات، عادل ومتقی شخصیات میں ایک درخشاں وتابندہ نام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ہے جو صفر ۹۹ھ مطابق ستمبر ۷۱۷ء میں چار براعظموں میں پھیلی ہوئی اسلامی فلاحی مملکت کے سربراہ اور امور سیادت کے نگران مطلق قرار پائے۔ لیکن زہد وتقویٰ، صبر وقناعت، دنیا کی بے ثباتی سے زیادہ فکر عقبیٰ اور اقتدار کی نازک ذمہ داریوں میں خشیت الٰہی کا غلبہ ان کا مزاج تھا۔ اس لئے امیرالمؤمنین قرار پانے کے بعد رغبت کی بجائے تردد اور اضطراب زیادہ تھا۔

امیرالمؤمنین عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیعت خلافت ۱۰ر صفر ۹۹ھ کو دمشق میں ہوئی۔ اس اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کے بعد بھی ان کی سادگی اور زاہدانہ زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ روزمرہ معاملات ہوں یا خصوصی ملاقاتیں کسی معاملہ میں تکلف یا جاہ وحشم کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ خود سادگی اور پاکبازی پر پوری طرح عمل پیرا تھے اور اسی کی تلقین دوسروں کو فرماتے تھے۔ بے رحمی، بددیانتی اور بے انصافی پر سخت روک لگاتے تھے۔ ظالم کو نہ معاف کرتے تھے اور نہ ظلم کی کسی کو اجازت دیتے تھے۔

جب عمر بن عبدالعزیزؒ جوان ہوئے تو ان کی شادی امیرالمؤمنین عبدالملک بن مروان کی صاحبزادی فاطمہ بنت عبدالملک سے ہوگئی۔ حسب معمول بہت ہی سادہ بلکہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ رات گئے تک سرکاری کام کرتے تو سرکاری شمع دان جلاتے۔ ورنہ اسے گل کر دیتے۔ خلیفہ مقرر ہونے پر کنیز، خدام، ملبوسات، ہمہ قسم سامان

عشرت وراحت فروخت کر کے رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ فقط ایک جوڑا بطور لباس اپنے پاس رکھا، اسے دھودھو کر پہن لیا کرتے تھے۔

دراصل ان کے مورث اعلیٰ ایک تجربہ کار، مدبر اور ماہر نظم ونسق سماجی اثر ورسوخ سے آشنا ایسی شخصیت تھے کہ جس شہر میں جاتے اپنا حلقہ اثر بنا لیتے۔ ان کا نام مروان بن الحکم (یعنی مروان الاوّل یا مروان الکبیر) تھا۔ یہ شہید مظلوم سیدنا عثمان غنی ذوالنورینؓ کے چچا حکم بن ابوالعاص کے فرزند تھے۔ سن ایک ہجری میں طائف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہاں اور بقیہ تعلیم مدینہ میں حاصل کی۔ ایک زمانے میں امیرالمؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ کے معتمد رہے اور اس کے بعد دومرتبہ مدینہ منورہ کے والی بھی رہے۔ جب ان کے ہاتھوں پر دمشق کی خلافت کی بیعت ہوئی تو کوئی قابل ذکر مزاحمت دیکھنے میں نہیں آئی۔ ان کے دوسرے بیٹے امیرالمؤمنین ابوالولید عبدالملک بن مروان بن الحکم نے ۶۵ ہجری سے ۸۶ ہجری تک خلافت کی۔ اسی سال ولید بن عبدالملک بن مروان الاکبر نے امارت سنبھالی۔ ان کا علم وفضل ضرب المثل تھا۔ بے مثال فتوحات ہوئیں۔ ان کے عہد میں نوعمر سپہ سالار محمد بن قاسم نے وادی سندھ تا ملتان فتح یابی حاصل کی۔ دوسرے سپہ سالار قتیبہ بن مسلم نے کاشغر و بخارا اور سمرقند فتح کر لیا۔ موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد سرزمین اندلس میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

امیرالمؤمنین ولید اوّل نے مسجد نبوی کی تعمیر نو کرائی۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر مکمل کی۔ جامع اموی دمشق بھی اسی دس سالہ عہد کا کارنامہ ہے۔ دمشق میں صرف ۴۶ برس کی عمر میں ولید اوّل وفات پا گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ۹۶ھ میں مسند خلافت سنبھالنے والے سلیمان بن عبدالملک اپنے نیک افکار واعمال کی وجہ سے مفتاح الخیر یعنی نیکی کی کنجی کہلاتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا زمانہ خلافت صرف دوسال پانچ ماہ اور ۴ ادن رہا۔ لیکن اتنی مختصر مدت میں داخلی اصلاحات کے علاوہ بھی بڑے بڑے کام کئے۔ وہ بھی صرف چالیس برس کی عمر میں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں یہ صورتحال پیدا ہوگئی کہ لوگوں کو صدقہ لینے والا تلاش کے باوجود کوئی نہیں ملتا تھا۔ ذمیوں کے حقوق کی اس طرح حفاظت کرتے کہ خلافت راشدہ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔

امیرالمؤمنین عمر بن عبدالعزیز بن مروان الاکبر مدینہ منورہ کی گورنری بھی کر چکے تھے۔ اس وقت آپ نے علماء واکابر کو جمع کیا اور فرمایا: ''اگر آپ لوگوں کو کہیں بھی ظلم (بے انصافی) نظر آجائے تو خدا کی قسم مجھے اس کی اطلاع ضرور کردیں۔ جب تک آپ مدینہ کے گورنر رہے کسی شخص نے آپ سے عدل، نیکی، فیاضی اور ہمدردی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔'' آپ نے بیعت خلافت کے وقت مرکز خلافت، دمشق میں عام مسلمانوں کے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے لوگو! میری خواہش اور تمہارے استصواب کے بغیر مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے۔ میں تمہیں اپنی بیعت سے خود ہی آزاد کئے دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو۔'' مجمع سے بالاتفاق آواز آئی۔ ''یا امیرالمؤمنین! ہمارے خلیفہ آپ ہیں۔'' حضرت نے فرمایا: ''ہاں صرف اس وقت تک، جب تک کہ میں اطاعت الٰہی کی حد سے قدم باہر نہ رکھوں۔'' جب آپ دارالخلافت (رہائش گاہ) کی طرف روانہ ہوئے تو کوتوالی کے دستہ نے نیزہ اٹھا کر آپ کے ساتھ چلنا چاہا۔ مگر آپ نے اسے وہیں روک دیا اور فرمایا میں تو مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں۔ وہاں پہنچ کر علماء

نے سلام تہنیت کے کلمات تحسین پیش کئے۔ آپ نے صاف طور پر فرمایا: ”میری بجائے سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعائیہ کلمات کہو۔ اگر میں بھی مسلمان ہوں گا تو وہ دعا مجھے بھی خودبخود پہنچ جائے گی۔“

محل شاہی میں پہنچے تو وہاں سابق خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مرحوم کے اہل وعیال فروکش تھے۔ حضرت نے فرمایا میرے لئے ایک خیمہ لگا دیجئے۔ میں اس میں رہوں گا۔ اللہ اکبر! کیا حجاب اور حد ادب کی مثال قائم کی۔ حکم عام یہ تھا کہ پوری اسلامی ریاست میں کوئی بھوکا نہ رہے۔ آپ نے اپنے گھر والوں کی بھی مراعات بند کر دیں۔ اپنی قبر کے لئے خود زمین خریدی۔ ان کے طرز حکومت کا اصل مقصد خلافت راشدہ کا احیاء تھا۔ لیکن برس ہا برس کے مروج طریقوں کو جلدی تبدیل کرنا ممکن نہیں تھا۔ لیکن وہ خطرناک مرحلوں سے گزر کر بھی حکومت کو مکمل عادلانہ اور فلاحی بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ مؤرخین کا ایک بڑا طبقہ متفق ہے کہ امور خلافت کے گہرے مشاہدے کی بناء پر وہ اپنے عہد کے اموی نظام حکومت میں ایک متحرک ہمہ گیر انقلاب لانا چاہتے تھے۔ جس میں سیاسی اور روحانی ارتقاء کا عمل ساتھ ساتھ جاری رہ سکے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد سے لے کر ان کے قریبی زمانے تک اسلامی تاریخ مسلمانوں کے خون سے رنگین نظر آتی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس سلسلہ کو روکنے کے لئے اتنی احتیاط برتی کہ کسی فتنہ انگیز اور سرکش طبقہ نے اسلامی فرقوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی جرأت نہیں کی۔ انہوں نے واضح کیا۔ میں اپنی جانب سے کوئی فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں بلکہ احکام الٰہی کا نافذ کرنے والا ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ علمی اعتبار سے بھی جید عالم تھے۔ امام نوویؒ کا بیان ہے کہ ان کی جلالت شان، فضیلت علمی، وفور علم، اصلاح، آثار نبویؐ کے اتباع اور خلفائے راشدین کی پیروی پر سب کا اتفاق ہے۔ اس عہد کے اکابر علماء ان کے سامنے طفل دبستان تھے۔ ان کے فضل وکمال کا نتیجہ تھا کہ ان کے دربار میں علماء اور ارباب کمال کا مجمع تھا۔ انہوں نے مذہبی تعلیم کی تبلیغ کرنے والوں اور دینی علوم کی اشاعت میں مصروف علماء کو فکر معاش سے بے نیاز کر دیا تھا۔ ان کا سب سے بڑا تعلیمی ومذہبی کارنامہ احادیث نبوی کی حفاظت اور ان کی اشاعت ہے۔ شاید پوری ذمہ داری سے یہ بات کی گئی ہے کہ اگر انہوں نے اس طرف توجہ نہ دی ہوتی تو احادیث نبوی کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا۔ اصول خلافت اور شورائیت کے برعکس انہیں کچھ منظور نہ تھا۔ حجاج بن یوسف کے خاندان سے لوگ ابھی تک خائف رہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس معاملہ پر غور کیا۔ پھر ایک حکم کے ذریعہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پورے خاندان کو یمن جلاوطن کر دیا اور وہاں کے عامل کو لکھا: میں آل عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ جو عرب ہیں مگر لوگوں کو ان پر اعتبار نہیں ہے۔ اس خاندان کو اپنی حدود نظامت وحکومت میں منتشر کر دو۔

مرض الموت میں ان کے پاس ایک قمیص کے علاوہ دوسری قمیص نہ تھی۔ ان کی اہلیہ کے بھائی نے کہا: لوگ عیادت کو آتے ہیں، قمیص بدلوا دو، کافی میلی ہوگئی ہے۔ یہ سن کر وہ خاموش ہوگئیں۔ بھائی نے پھر اصرار کیا تو بولیں خدا کی قسم! اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے۔ آپ نے طویل علالت کے بعد ۱۰۱ ہجری مطابق ۷۲۰ عیسوی میں وفات پائی۔ دمشق کے نواح دیر سمعان میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ”انا للہ وانا الیہ راجعون“

روایت لاتقولو لا نبی بعدی کی تحقیق

قسط نمبر:1 مولانا نار رضوان عزیز

اللہ تعالیٰ نے انسان اور انسانی فطرت کو پیدا فرمایا ہے اس لئے وہ ذات ہی انسانی سوچ وفکر کو خوب اچھی طرح جاننے والی ہے۔ طیب روحیں کونسی ہوں گی؟ ان کے افکار واعمال کیا ہوں گے؟ اور خبیث روحیں کن عقائد و نظریات کی حامل ہوں گی؟ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کو خوب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے طیب اور خبیث روحوں کے قبول حق یا انکار حق اور قبول باطل کی فطری عادت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

”ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیٰت محکمٰت ھن ام الکتٰب و اخر متشابھات“ ﴿وہ ہی رب ہے جس نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں محکم آیات ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔﴾ ”فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ“ ﴿پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن ہے وہ (شبہ میں ڈالنے والی) متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔﴾

آیت مبارکہ کے اس حصے میں ان لوگوں کا تذکرہ تھا جو اپنی فطری کجی کے باعث ہمیشہ شکوک وشبہات میں ڈالنے والی باتوں کے پیچھے چلتے ہیں اور امت میں فتنہ وفساد پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ان کے برعکس وہ طیب روحیں جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں وہ ان متشابہ باتوں پر بغیر کسی ذہنی آوارگی یا دماغی عیاشی کے ایمان لاتے ہیں:

”والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا (آل عمران:۷)“ ﴿اور راسخ فی العلم لوگ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔﴾

اس مختصر تمہید کے بعد آمد برسر مطلب کہ مسئلہ ختم نبوت میں راسخین کون لوگ ہیں اور زائغین ومعاندین کون لوگ ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت پوری امت مسلمہ کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے اور اساس ایمان میں سے ہے۔ جس پر ثبوت عقیدہ کے لئے درکار ادلہ ثلاثہ شاہد وبرہان ہیں۔ جس طرح فقہی احکام چار دلیلوں سے ثابت ہوتے ہیں قرآن، سنت، اجماع اور قیاس شرعی سے۔ ایسے ہی عقائد کے ثبوت کے لئے تین دلیلیں درکار ہوتی ہیں: قرآن، اجماع اور تواتر۔ اس لئے کہ عقیدہ قطعی ہوتا ہے اس کے لئے دلیل بھی قطعی چاہیے ہوتی ہے اور قطعیت انہی تین چیزوں سے ثابت ہوتی ہے۔

عقیدہ ختم نبوت

حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کی شریعت اور کتاب گزشتہ تمام شریعتوں اور کتابوں کے لئے ناسخ ہے۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ جو شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ بلاشبہ کافر ومرتد اور زندیق ہے اور اس کے ماننے والے بھی سب کافر ومرتد ہیں۔ یہ عقیدہ پوری امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے جس پر پوری امت مسلمہ متفق ہے اور اس عقیدہ پر کتاب اللہ، اجماع امت اور تواتر تینوں دلیلیں گواہ ہیں۔

قرآن پاک اور مسئلہ ختم نبوت

’’قال اللہ تبارک و تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین‘‘ ﴿نہیں ہے محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ مگر وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔﴾

اجماع امت اور مسئلہ ختم نبوت

پیغمبر ﷺ کی ختم نبوت کے صدقے امت کو اجماع ملا اور سب سے پہلا اجماع بھی اسی مسئلہ پر ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور اجماع بذات خود ایک دلیل قطعی ہے۔ ’’اعلم ان الاجماع قد انعقد علی انہ ﷺ خاتم المرسلین کما انہ خاتم النبیین و ان کا ن المراد بالنبیین فی الایۃ ھم المرسلین‘‘ (الیواقیت والجواہر ج۲ ص۳۷)

جان لیجئے کہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین یعنی رسولوں کے بھی آخری ہیں جیسے آپ ﷺ تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہیں۔

تواتر اور مسئلہ ختم نبوت

ثبوت عقیدہ کے لئے ضروری ادلہ ثلاثہ میں سے قرآن اور اجماع کے بعد اب آتے ہیں امت کے تواتر کی طرف کہ کیا آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا تواتر سے ثابت ہے یا نہیں؟۔ ’’نظم المتناثر من الاحادیث المتواتر‘‘ میں امام ابو جعفر الکتانی ارشاد فرماتے ہیں: ’’انہ علیہ السلام خاتم النبیین و انہ لانبی بعدہ‘‘ ذکر غیر واحد انھا ثابتۃ بالتواتر و دلالۃ القرآن و فی المواھب قد اخبر اللہ تعالیٰ و رسولہ ﷺ فی السنۃ المتواتر عنہ انہ لانبی بعدہ لیعلموا ان کل من ادعی ھذہ المقام بعدہ فھو کذاب افاک دجال ضال (نظم المتناثر من الاحادیث المتواتر. رقم الحدیث ۲۵۶، ج۱ ص۱۸۷، التفسیر الوسیط لسید محمد طنطاوی ج۱ ص۴۲۶ تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ الاحزاب آیہ ۴۰، تفسیر حقی ج۱۱ ص۲۵، الارشاد الی الصحیح الاعتقاد، الرد علی اھل الشرک و الحاد ص۱۸۹ حقوق النبی ﷺ علی امتہ فی ضوء الکتاب و السنۃ. از محمد بن خلیفہ بن علی التمیمی ج۱ ص۱۰۶، رسالہ فی اسس العقیدہ ج۱ ص۸۶ محمد بن عودہ السعودی)

بے شمار لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان (میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں) متواترات میں سے ہے اور اسی عقیدہ کی خبر دی ہے اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے رسول ﷺ نے۔ تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ جو شخص بھی آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب افاک (جھوٹ گھڑنے والا) دجال اور گمراہ ہوگا۔ اس عبارت سے واضح ہوگیا ہے آپ ﷺ کا سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہونا اور نبوت جدیدہ کا دروازہ بند ہونا قرآن اجماع اور تواتر تینوں سے ثابت ہے۔ فالحمد للہ!

انسانی حقوق اور اسلام

محمد صدیق مدنی

اسلام انسانی حقوق کے اہم محافظ ہیں اور حقوق انسانی کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا۔ وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے پر مجبور ہے۔ اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل اور آفات ومصائب کے ازالہ کے سلسلہ میں دوسرے انسانوں کے تعاون کا محتاج ہے۔ اس قضیہ کے پیش نظر ہر انسان کا یہ عقلی وطبعی حق بنتا ہے کہ دوسرا اس کی مدد کرے۔ اس کے حقوق وفرائض کا لحاظ رکھے۔ انسان کے بنیادی اور فطری حقوق کے تحت جن جن امور کو شامل کیا جاتا ہے۔ ان میں حقوق انسانی کا جامع ترین تصور، انسانی مساوات کا حق، انسانی عزت وآبرو کی حفاظت، انسانی جان ومال اور جائیداد کی حفاظت، مذہبی آزادی کا حق، آزادی ضمیر کا حق، ضروریات زندگی کا انتظام، انسانی حقوق میں فرد ومعاشرے کی رعایت، بچوں کے حقوق کی حفاظت، اسی طرح انسانوں کے معاشی وثقافتی اور تعلیمی حقوق نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

حقوق انسانی کا جامع ترین تصور اسلام نے دیا

مغرب نے حقوق انسانی کا جو تصور پیش کیا ہے۔ وہ انتہائی ناقص اور فرسودہ ہے۔ اس کے اندر اتنی وسعت نہیں کہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں کا احاطہ کر سکے۔ اس کے باوجود مغرب حقوق انسانی کی رٹ لگائے تھکتا نہیں۔ لیکن محمد عربی ﷺ نے جو مربوط نظام، انسانی حقوق کا پیش کیا۔ وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ جن میں احترام انسانیت، بشری نفسیات ورجحانات، انسان کے معاشرتی، تعلیمی، شہری، ملکی، ملی، ثقافتی، تمدنی اور معاشی تقاضوں اور ضروریات کا مکمل لحاظ کیا گیا ہے اور حقوق کی ادائیگی کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر کسی شخص نے دنیا میں کسی کا حق ادا نہیں کیا تو آخرت میں اس کو ادا کرنا پڑے گا۔ ورنہ سزا بھگتنی پڑے گی۔ حتیٰ کہ جانوروں کے آپسی ظلم وستم کا انتقام بھی لیا جائے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: حق والوں کو ان کے حقوق تمہیں ضرور بالضرور قیامت کے روز ادا کرنے پڑیں گے۔ حتیٰ کہ بے سینگھے بکرے کو سینگھ والی بکری سے بدلہ دیا جائے گا۔ انسانی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت انسانی حقوق میں سب سے پہلا اور بنیادی حق ہے۔ اس لیے کہ جان سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ اس کے اردگرد زندگی کی سرگرمیاں گھومتی ہیں۔ محمد عربی ﷺ کی بعثت سے قبل انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہ تھی۔ سب سے پہلے محمد عربی ﷺ نے ان وحشی درندوں کو انسانی جان کا احترام سکھایا اور ایک جان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا۔

قرآن پاک میں بھی اس کی تائید کی گئی۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا

(یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے۔ اس نے گویا تمام لوگوں کا قتل کیا اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔

اسی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے: رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو۔ تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے: اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہ کرے۔ مال کے تحفظ کو یوں موکد کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی: اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ واضح رہے کہ انسانی زندگی کی بقاء کے لیے مال بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح حق زندگی اور تحفظ مال، انسان کے بنیادی حقوق ہیں۔ اسی طرح عزت و آبرو کا تحفظ بھی انسان کا بنیادی حق ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے۔ ممکن ہے کہ وہ اس سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ۔ ایک دوسرے کو برے نام سے مت پکارو۔ اسلامی معاشرہ میں چونکہ ہر فرد کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ کسی کا کسی پر بے جا دباؤ نہیں۔ ہر ایک آزاد اور خود مختار ہے۔ اس لیے اسلام نے انسان کی شخصی آزادی کی بقاء کے لیے انسان کی نجی اور پرائیویٹ زندگی میں مداخلت سے دوسروں کو روکا ہے۔ خواہ مخواہ کی دخل اندازی، ٹوہ بازی اور بلا اجازت کسی کے گھر میں دخول سے منع کیا ہے۔ ارشاد حق ہے: مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں) کے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لے لیا کرو اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ (بعض) گمان گناہ ہے اور ایک دوسرے کے حال کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔ نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ اسی طرح اسلام میں مذہب اور ضمیر و اعتقاد کے تحفظ کی گارنٹی یوں دی گئی۔ دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ اسلامی تاریخ اس بات سے عاری ہے کہ مسلمانوں نے کبھی اپنی غیر مسلم رعایا کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو یا کسی قوم کو مار مار کر کلمہ پڑھوایا ہو۔

دنیا بھر میں ۱۰ دسمبر کو انسانی حقوق کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے منشور کی تیاری کے وقت انسانی حقوق کا موضوع مختلف ممالک کے نمائندوں کی توجہ کا مرکز تھا۔ اسی مشترکہ نظریہ کے پیش نظر جنوری ۱۹۴۷ء میں انسانی حقوق کمیشن تشکیل پایا جس کے بعد ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں قرارداد کی منظوری کے بعد ۱۰ دسمبر کو انسانی حقوق کا عالمی دن قرار دیا گیا۔ انسانی حقوق کے اعلامیہ کو جاری ہوئے عرصہ گذر چکا ہے جس کا مشترکہ مقصد دنیا کے ہر انسان کے لئے آزادی کی نعمت اور ظلم و ناانصافی، نیز ہر طرح کے امتیازی سلوک سے نجات تھا۔ تاہم انسانی حقوق کی فراہمی کا معاملہ اب صرف ایک سیاسی نعرے میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی حقوق کی حمایت ایک گرانقدر کام ہے۔ لیکن ایسے وقت میں نہیں جب انسانی حقوق کے اداروں کی رپورٹیں مغرب کے لئے ایک سیاسی ہتھکنڈے میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت انسانی حقوق کا مسئلہ

دوسرا رخ اختیار کر چکا ہے۔ اسی وجہ سے دنیا کے بہت سے ممالک انسانی حقوق کی بعض شقوں میں تبدیلی کے خواہاں اور انہیں بطور ہتھکنڈہ استعمال کئے جانے کے خلاف ہیں۔

ماہرین کے مطابق انسانی حقوق کی عالمگیریت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک گروہ کا طرز فکر تمام قوموں پر مسلط کر دیا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب تمام قوموں اور ثقافتوں کے حقوق کی منصفانہ ضمانت دینا ہے۔ جبکہ امریکا اور مغربی ممالک انسانی حقوق کے نام پر اپنا نظریہ اور ثقافت دنیا پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ انسانی حقوق کی قانونی دستاویزات کا مختلف ثقافتوں بالخصوص ڈیڑھ ارب سے زیادہ انسانوں کے دین اسلام کی ثقافت سے عاری ہونا بھی ایک امتیازی رویہ ہے۔ اسی وجہ سے آج امریکہ اور بعض مغربی حکومتیں اس سے ناجائزہ فائدہ اٹھارہی ہیں اور اسے اسلام سے دشمنی کے لئے ہتھکنڈہ بنائے ہوئے ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ انسانی حقوق کی دستاویزات، اصول وقوانین اور میکانیزم میں ان کی دینی تعلیمات کو مدنظر رکھا جائے اور خاص طور پر اقوام متحدہ کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کی آڑ میں امریکا اور مغربی ممالک کی جانب سے شروع کردہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کی حمایت ترک کر کے دنیا بھر کے انسانوں کے لئے انسانی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنائے۔ جن مغربی ممالک نے منشور حقوق انسانی کی داغ بیل ڈالی تھی۔ آج وہی ممالک حقوق انسانی کی خلاف ورزیوں میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آئے دن ان ممالک میں جرائم پیشہ افراد کی شرح میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

مفکرین و مدبرین نے اس کے بہت سے اسباب متعین کئے ہیں۔ لیکن حقوق انسانی پر ڈاکہ زنی کا بنیادی سبب ان انسانی حقوق کے نفاذ کے لئے کسی داخلی قوت نافذہ کا فقدان ہے۔ علاوہ ازیں مغرب کے حقوق انسانی کا فلسفہ صرف اس کے مفادات کے اردگرد گھومتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حقوق انسانی ایک نظریہ بن کر رہ گیا جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن محمد عربی ﷺ نے حقوق انسانی کے صحیح نفاذ اور ان کو عملی زندگی سے مربوط کرنے کے لیے فکر آخرت سے جوڑ دیا جس کے باعث بندوں کے اندر حقوق انسانی کی رعایت وحفاظت کی ایسی اسپرٹ پیدا ہوگئی کہ بندہ ازخود حقوق انسانی کا محافظ بن جاتا ہے۔

نسخہ جوہر زیتون
لعنت اللہ علی الکاذبین ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت
1500/- روپے
فوائد جوہر زیتون
جوہر زیتون: جوڑوں کا درد، کمر درد، ٹانگ کا درد ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: پٹھوں کی کمزوری جوڑوں پر سوجن ورم ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: تمام جسمانی درد کو ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: جوڑوں کے درد کا مکمل علاج
جوہر زیتون
0308-7575888
0345-2366562
دار الخدمت
شعبہ طب نبوی
قائم شدہ 1950ء

قائد اعظم کا پاکستان

قسط نمبر:2

شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق مدظلہ

قائد اعظم کی پاکستان بننے سے پہلے کی تقاریر

پہلی تقریر:...... علامہ اقبالؒ کی پر زور دعوت پر قائد اعظم لندن سے واپس آئے۔ تاکہ مسلمانوں کی قیادت کر سکیں۔ انہوں نے مولانا ظفر علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کی موجودگی میں ایک نہایت ایمان افروز بیان دیا جو اس وقت ''مناظرہ کراچی'' میں شائع ہوا۔ بعد ازاں ''ندائے ملت لاہور'' نے اپنی اشاعت ۵؍اپریل ۱۹۷۰ء میں بھی اسے نقل کیا اور ''زمیندار لاہور'' میں بھی شائع ہوا۔ جس سے نہ صرف آئندہ قائم ہونے والی نسل مسلم ریاست کی نظریاتی حیثیت واضح ہوتی ہے۔ بلکہ مسلم ممالک پر مشتمل اسلامی بلاک کے قیام کے خواہش کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ (میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اب اسے چھوڑ کر انڈیا اس لیے آیا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کی مملکت یعنی پاکستان کے قیام کے لیے کوشش کروں۔ میں لندن میں رہ کر سرمایہ داری کی حمایت کرتا تو سلطنت برطانیہ جو دنیا کی عظیم ترین سلطنت تھی۔ مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب اور مراعات سے نوازتی۔ اگر میں روس چلا جاؤں یا کہیں بیٹھ کر سوشلزم، مارکیزم اور کیمونزم کی حمایت شروع کردوں تو مجھے بڑے سے بڑا اعزاز مل سکتا ہے اور دولت بھی۔ مگر علامہ اقبال کی دعوت پر میں نے دولت اور منصب دونوں کو تج کے انڈیا میں محدود آمدن کی دشوار زندگی بسر کرنا پسند کیا۔ تاکہ پاکستان وجود میں آئے۔ اس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو۔ کیونکہ دنیا کی نجات اسلامی نظام میں ہی ہے۔ ذرا خیال فرمائیں! کہ اگر لا الہ الا اللہ پر مبنی حکومت قائم ہو جائے تو افغانستان، ایران، ترکی، اردن، بحرین، کویت، حجاز، عراق، فلسطین، شام، تیونس، مراکش، الجزائر اور مصر کے ساتھ مل کر کتنا عظیم الشان اسلامی بلاک بن سکتا ہے۔ (اسلام اور انقلاب ص ۲۳۷ مؤلف: منشی عبدالرحمن مرحوم)

دوسری تقریر:...... گیا بہار ریلوے اسٹیشن: ۱۱ جنوری ۱۹۳۸ء کو لاکھوں کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے کہا: آج عظیم الشان مجمع میں آپ نے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے کا اعزاز بخشا ہے۔ آپ مسلم لیگ کو اسلام سے الگ نہیں کر سکتے۔ بہت سے لوگ ہمیں غلط سمجھتے ہیں جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں خصوصاً ہندو دوست، جب ہم کہتے ہیں یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مذہب کو سیاست میں گھسیٹ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں۔ اسلام ہمیں مکمل ضابطہ دیتا ہے۔ نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ اس میں قوانین، فلسفہ اور سیاست سب کچھ ہے۔ درحقیقت اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی ایک آدمی

کو صبح و شام ضرورت ہوتی ہے۔ جب اسلام کا نام لیتے ہیں۔ اسے کامل لفظ دین کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ ہمارا کوئی غلط مقصد نہیں۔ بلکہ ہمارے اسلامی ضابطہ کی بنیاد آزادی، عدل، مساوات اور اخوت پر ہے۔

تیسری تقریر:...... علی گڑھ میں جب ان سے پوچھا تھا کہ پاکستان کا آئین کس طرح کا ہوگا؟ تو ان کا جواب تھا کہ میں کون ہوتا ہوں آئین دینے والا۔ ہمارا آئین وہی ہے جو ۱۳۰۰ برس پہلے ہمارے عظیم پیغمبر ﷺ نے دے دیا تھا۔ ہمیں تو صرف اس آئین کی پیروی کرتے ہوئے اس سے اخذ کرنا ہے اور اس کی بنیاد پر اسلام کا عظیم نظام نافذ کرنا ہے۔ یہی پاکستان ہے۔

چوتھی تقریر: ...... ایک موقعہ پر قائداعظم نے اپنے تصور ریاست کو ان الفاظ میں واضح کیا: اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے اور نہ پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست اور معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کر سکتے ہیں۔ اسلامی حکومت اور دوسرے لفظوں میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے۔ (خطاب عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن ۱۹۴۱ء) نومبر ۱۹۴۵ء کے پیغام عید میں فرمایا: جب ہمارے پاس قرآن کریم ایسی مشعل ہدایت موجود ہے تو پھر ہم اس کی روشنی میں ان اختلافات کو کیوں نہیں مٹا سکتے۔

حیدرآباد دکن میں جلسہ سے خطاب ۱۴ فروری ۱۹۴۶ء

اس میدان سیاست میں ہندو مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کون فتح یاب ہوگا؟۔ علم غیب تو خدا کو ہے۔ لیکن میں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے علی الاعلان کہہ سکتا ہوں کہ: اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر صبر اور رضا پر کاربند ہوں اور اس ارشاد خداوندی کو بھی فراموش نہ کریں کہ ”تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں“ تو ہمیں دنیا کی کوئی طاقت یا کئی طاقتیں مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتیں۔ ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتح یاب ہوں گے اور اسی طرح فتح یاب ہوں گے جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے ایران اور روم کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔

پانچویں تقریر:...... اگست ۱۹۴۷ء میں حیدرآباد دکن کے طلبہ سے اسلامی حکومت کے لوازم کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کرنے کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں ان کی زندگی کے سراب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی پہلو ہو یا معاشی۔ غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔ مسلمانوں کے لئے الگ آزاد، خودمختار مملکت کے حوالے سے قائداعظم کے ذہن میں روز اول سے ایک واضح نقشہ تھا۔

جاری ہے!

ایک ہفتہ ...... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دیس میں

قسط نمبر:11

مولانا اللہ وسایا

مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں آج دنیا سحبان الہند کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اس دنیائے بود و باش میں ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۸۸ء کو تشریف لائے۔ آپ کی پیدائش کوچہ ماہر خاں دریا گنج دہلی میں ہوئی۔ والد گرامی کا نام حافظ نواب مرزا تھا۔ زینت المساجد دہلی میں امام اور مدرس تھے۔ آپ کے بزرگ جلال الدین اکبر بادشاہ کے زمانہ میں عرب سے کشمیر پھر آگرہ پھر دہلی آئے۔ ۱۸۵۷ء سے قبل لال قلعہ دہلی کے سامنے کشمیری کٹرہ میں یہ خاندان رہتا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ میں کشمیری دروازہ سے دلی دروازہ کی پوری آبادی کو انگریز نے مسمار کیا تو کشمیری کٹرہ بھی اس کی زد میں آ گیا۔

مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید مدرسہ حسینیہ بازار ٹیا محل میں حفظ کیا۔ اردو بازار کی جامع مسجد میں مولانا راسخ کا بیان ہوتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد یہاں بعد از جمعہ مولانا احمد سعید کا بیان ہونا شروع ہوا۔ اب یہ مسجد مولانا احمد سعید مسجد کہلاتی ہے۔ آپ اس زمانہ میں سوائے قرآن مجید کے کچھ نہ پڑھے تھے۔ لیکن ذہین اتنے تھے کہ وعظ سنتے سنتے خود واعظ ہوگئے۔ دہلی کی زبان خالص ٹکسالی، وہ گھر کی تھی۔ خوب ہنسانا، رلانا استعاروں کا استعمال۔ لطائف کی بہار، مثالوں کا انبار ایسے ماحول بناتے کہ پبلک محسوس ہی نہ کر پاتی کہ آپ صرف حافظ ہیں۔ کچھ عرصہ بعد کوچہ چیلاں کی مسجد جسے اب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس میں بھی ہر جمعرات کو مولانا احمد سعید صاحب نے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ وعظ کے علاوہ باقی مولانا بازار میں گوٹہ کناری کے تار تیار کرتے تھے اور اس سے گھر کا خرچہ چلتا تھا۔ ایک دن آپ کا وعظ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے بھی سماعت فرمالیا تو آپ نے مختلف ذرائع سے مولانا احمد سعید کو قابو کر کے قاری محمد یاسین سکندری آباد کے ہاں سنہری مسجد میں عربی کتب پڑھنے پر لگا دیا۔ مولانا احمد سعید کی جفاکشی ملاحظہ ہو کہ جو کام پہلے کرتے تھے وہ بھی کرتے رہے اور تعلیم بھی شروع کر دی۔ البتہ اپنے دستکاری کے اوقات تبدیل کر دیئے۔ اس ایثار اور قربانی سے آپ کو ایک سال میں استاذ نے عربی کی ابتدائی کتب نکلوا دیں۔ وہ گھر پر رات مال تیار کرتے۔ دکانداروں کو دیتے ہوئے مسجد آجاتے اور پھر گھر جا کر کام شروع کر دیتے۔ اس وقت مولانا احمد سعید کی عمر بائیس سال ہوگی۔

مدرسہ امینیہ میں شوال ۱۳۲۸ھ میں آپ کا داخلہ ہوا۔ شرح مائۃ وغیرہ پڑھنے کا یہاں آغاز ہوا۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خارج وقت میں بھی انہیں پڑھاتے۔ پھر تو استاذ اور شاگرد کا ایسا مزاج ملا کہ سفر و حضر ریل و جیل میں بھی ساتھ نہ چھوٹا۔ چنانچہ فتح الباری کا آخری پارہ آپ نے ملتان جیل میں حضرت مفتی صاحب سے پڑھا۔ مدرسہ میں باضابطہ داخلہ سے آپ نے گوٹہ و کناری کی تارکشی کا کام ترک کر دیا۔ وعظ و تبلیغ سے حق تعالیٰ

استاد دیتے کہ گھر والوں کا گزارہ ہو جاتا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک جگہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا تو وعظ و تبلیغ پر رقم لینا بالکل بند کر دی۔ درس سے آپ کو ساٹھ روپے ماہانہ ملتے۔ اس سے گزارہ کر لیتے۔ سرکار نظام سے بھی وظیفہ جاری ہو گیا۔ مگر جب آپ نے تحریک خلافت میں کھلم کھلا حصہ لیا تو نظامی وظیفہ بالکل بند ہو گیا۔ پہلی گرفتاری ۱۹۲۱ء میں ہوئی اور یہ قید میانوالی جیل میں کاٹی۔

مولانا احمد سعید کو فراغت کے بعد مدرسہ امینیہ میں ہی حضرت الاستاذ قبلہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے معین مدرس رکھ لیا تھا۔ اب تقریروں میں بھی رٹی رٹائی اڑائی ہوئی بات نہ ہوتی۔ بلکہ ٹھوس مدلل مربوط گفتگو کے ساتھ زبان کی لطافت و شیرینی اور فصاحت و بلاغت کا امنڈتا ہوا دریا رواں نظر آتا تھا۔

حضرت سحبان الہندؒ میدان مناظرہ میں

یہ دور مناظروں کا تھا۔ عیسائی پادریوں سے ہندو پنڈتوں سے متعدد مناظرے ہوئے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ آپ کے معین ہوتے تھے۔ مربی ہو تو ایسا کہ استاذ انگلی پکڑ میدان مارنا سکھلا رہا ہے۔ ایک پادری نے کوئی بات کہی۔ مولانا احمد سعید نے مفتی صاحب کی طرف دیکھا۔ مفتی صاحب نے ایک جملہ جواب میں فرما دیا۔ آپ نے اسے پھیلایا تو میدان مار لیا۔ پادری سے نہ رہا گیا۔ اس نے کہا کہ یہ کھسر پھسر ہو رہی تھی۔ مولانا احمد سعید صاحب نے کہا کہ زبان میری ہے۔ دماغ استاذ جی کا ہے۔ ایک بات نہیں سب کچھ جو بیان ہو رہا ہے یہ ان کے فیض کرم کا نتیجہ ہے۔ ایسے اعتماد سے یہ بات چلائی کہ معین سے اعانت لینی عیب کی بجائے ہنر بنا دیا۔ مولانا احمد سعید کی شیریں مقالی اور مفتی صاحب کی اعانت واقعتہً سونے پر سہاگہ تھا۔

حاضر جوابی ملاحظہ ہو کہ پنڈت نے آپ کو طعنہ دیا باعث یہ کہ پہلے آپ تار کشی کا کام کرتے تھے۔ اس نے کہا کہ یہ ٹھوس دلیل ہے۔ تار نہیں جسے آپ کھینچ کر مطلب کا بنا لیں۔ آپ نے اپنی باری پر اس کی دلیل کو توڑا اپنی دلیل قائم کی تو ساتھ ہی فرمایا کہ سونے کی ڈلی نہیں کہ آپ کی ٹھک ٹھک سے پچک جائے۔ یہ فولاد ہے۔ اسے توڑنے کے لئے بھی مرد میدان چاہئے۔ (یاد رہے کہ پنڈت سونار تھا) پنڈت کے ایک سوال کا جواب مفتی صاحب نے آپ کو بتایا۔ پنڈت نے فوراً کہا کہ خالی ہو گیا؟ مفتی صاحب سے پوچھ کر بتاؤ گے؟ فوراً کہا کہ سب ان کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ آپ کے سامنے کھڑا بول رہا ہوں کہ آپ کے چھکے چھوٹ رہے ہیں۔ ان سے نہ پوچھوں تو کس سے پوچھوں؟

۱۹۱۹ء میں جمعیت علماء ہند بنی تو اس میں مفتی صاحب کے ساتھ برابر مولانا احمد سعیدؒ بھی شریک سفر تھے۔ آپ حضرات کی جد و جہد نے مختلف مسالک کے حضرات کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ مدرسہ امینیہ میں جمعیت علماء ہند کا دفتر قائم ہوا تو حساب کتاب مفتی صاحب رکھتے تھے۔ باقی ڈاک، مہمان، رابطہ، نظم و ضبط تمام تر مولانا احمد سعیدؒ کے سپرد تھا۔ صرف دو آدمی پورے ہندوستان میں سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے۔ نہ محرر، نہ چپڑاسی۔ بس ایک لگن تھی کہ پورے ملک کے دینی حلقہ کو انگریز دشمنی میں لا کھڑا کیا۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں گرفتار ہو کر پہلی بار میانوالی گئے۔ ایک سال کی قید بامشقت کاٹنے کے بعد ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء کو رہا ہوئے۔ آپ کل آٹھ مرتبہ گرفتار ہوئے۔ ان میں ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۲ء کی گرفتاری بھی شامل ہے۔ گجرات اور ملتان جیل میں اپنے استاذ حضرت مفتی صاحب کا بھی ساتھ رہا۔

قارئین! آپ نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ استاذ وشاگرد کی قابل قدر جوڑی کو ایک ساتھ جیل میں جزائر انڈمان کالے پانی میں دیکھا ہے تو اس دوسری جوڑی، استاذ وشاگرد حضرت مفتی اعظم ہند اور سحبان الہند کو دیکھیں کہ کس طرح طابق النعل بالنعل ہو رہا ہے۔

انگریز کے خلاف ہندو مسلم ایک صف میں میدان زار میں تھے۔ انگریز نے چال چلی۔ کانگریس کے ہندو لیڈر، سوامی شردھانند کو جیل سے نکال کر وائسرائے سے ملاقات کرائی۔ چند دنوں بعد رہا کر دیا تو اس نے شدھی کی تحریک چلا کر ہندو مسلم فسادات کرانے کا سامان کر دیا۔ ادھر دوسرے ہندو کانگریسی لیڈر ڈاکٹر مونجے کو سنگھٹن کی تحریک کا علمبردار بنا کر رہی سہی کسر نکال دی۔

سر فضل حسین (مدفون بٹالہ) وزیر تعلیم پنجاب آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس کے اجلاس علی گڑھ کے خطبہ صدارت میں مسلمانوں کو اچھوتوں کے مقابلہ کے لئے اپیل کرتا ہے۔ غرض ہندو و مسلم انگریز کے مہرے ہندو مسلم فساد کرانے میں کامیاب ہوئے۔ نتیجہ میں تحریک آزادی پچیس سال پیچھے چلی گئی۔ تحریک ترک موالات کو گاندھی جی نے معطل کر دیا۔ جمعیت علماء ہند کی تاریخ میں یہ ایسا پر آشوب دور تھا کہ تحریک آزادی ہند کے لئے تمام قوموں کو متحد کرنا۔ مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کے لئے ہندوؤں کے مد مقابل کھڑے ہونا، جگہ جگہ ہندو مسلم خونریزی کی فضا میں جواں مردی، عالی ہمتی سے استاذ وشاگرد حریفوں سے ایک ساتھ نبرد آزما نظر آتے ہیں۔

ایک بار بریلی میں مولانا آزاد کا خطاب تھا۔ اپنے اغیار کا کردار ادا کرنے لگے۔ سو دو سو افراد پر مشتمل چاقو چھریوں سمیت جتھہ آ گیا۔ مولانا احمد سعید کھڑے ہوئے۔ اپنے شعلہ بیانی سے تین گھنٹے ان بلوائیوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے رہے۔ یہ منظر دیکھا تو مولانا آزاد نے فرمایا: ''مولانا اگر آپ ہمیشہ ایسی تقریر کرتے ہیں تو دنیائے اسلام میں آپ کا جواب نہیں۔'' یہ برصغیر کے نامور خطیب ہی نہیں، ابوالکلام کا اظہار حقیقت ہے۔ جس سے میرے ممدوح مولانا احمد سعید صاحب رحمہ اللہ کا مقام فن خطابت میں پہچانا جا سکتا ہے۔

۱۹۴۷ء کے بٹوارے میں مولانا احمد سعید رحمہ اللہ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ سربکف ان خدمات کو کوئی دیانتدار کیسے نظر انداز کرے گا۔ لیکن ہمارے ہاں تو رواج یہ ہے کہ منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے تفسیر کشف الرحمٰن لکھ کر جو انمول خدمت سرانجام دی وہ رہتی دنیا تک آپ کی ناقابل فراموش یادگار رہے۔ آپ نے اور کتابیں بھی لکھیں۔ آپ کی چند تقاریر کا مجموعہ بھی کسی زمانہ میں دیکھا تھا۔

خلاف واقعہ بات کا بتنگڑ بنا کر مسلمانوں کو بدگمان کرنا یہ لیگی سرشت یا ضمیر وخمیر کا خاصہ ہے۔ ان دنوں ایک پروپیگنڈہ یہ بھی ہوتا تھا کہ مولانا مفتی کفایت اللہ تو سیدھے سادھے ہیں۔ مولانا احمد سعید نے ان کو بہکا رکھا ہے۔ خوب بھئی اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوجھی۔ اس پروپیگنڈہ کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مفتی صاحب اپنے مزاج کے باعث کم گو تھے۔ ہر وقت عالمانہ وقار کے ساتھ مطلب کی بات کرتے۔ مولانا احمد سعید خطیب تھے۔ دہلوی تھے۔ اردو کے مدوجزر سے خوب آگاہ تھے۔ آپ مخالفین کو آڑے ہاتھوں لیتے تو انہیں نانی یاد آ جاتی۔ اب وہ ایسے بے پر کی نہ اڑائیں تو کیا کریں؟ ان کی مجبوری بھی تو آخر دیکھیں ناں۔

حضرت مفتی کفایت اللہ ؒ کی وفات کے بعد شیخ الاسلام حضرت مدنی ؒ نے جلسہ عام میں مولانا احمد سعید دہلوی ؒ کو جامعہ امینیہ کا مہتمم بنایا۔ مولانا احمد سعید کو سحبان الہند اس لئے کہتے ہیں کہ عرب کے جاہلی کا ایک شخص سحبان وائل تھا۔ اتنا اعلیٰ درجہ کا ادیب و فصیح و بلیغ کہ گفتگو میں کوئی جملہ مکرر نہ لاتا۔ جب اسی پہلے موضوع پر دوبارہ گفتگو کا موقعہ ملتا تو وہ نئی تعبیرات، نئے استعارے، نئی تمثیلات لاکر سامعین کو ششدر کر دیتا۔ حاتم طائی کی سخاوت، رستم کی طاقت و جوانمردی کی طرح سحبان وائل کی خطابت، فصاحت و بلاغت بھی نہ صرف عرب بلکہ عالم اسلام میں ضرب المثل ہے۔ ہند کے اہل علم نے مولانا احمد سعید صاحب کے اندر اعلیٰ درجہ کی بلاغت اور کمال درجہ کی خطابت کو پایا تو آپ کو سحبان الہند کا خطاب دیا۔ جو واقعی آپ کی شان کے لائق تھا۔

حضرت مولانا احمد سعید دہلوی ؒ نے بیرون ہند کے تین سفر کئے۔ دوبار حجاز مقدس اور ایک بار برما تشریف لے گئے۔ درگاہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ کے دروازہ کے متصل اور ظفر محل کے نیچے ایک مسلمان کی ذاتی زمین تھی۔ اس کی پیش کش پر دونوں استاذ و شاگرد اور جمعیت علماء ہند کے صدور ناظم اعلیٰ یکے بعد دیگرے یہاں دفن کئے گئے۔ جہاں ۴؍دسمبر ۱۹۵۹ء بعد از مغرب سات بجے آپ نے وصال فرمایا۔

قارئین! دیوبند کے مقبرہ قاسمی میں استاذ حضرت شیخ الہند ؒ اور شاگرد حضرت مدنی ؒ کو ایک ساتھ اور آج یہاں دہلی ظفر محل کے دروازہ پر حضرت مفتی اعظم ہند ؒ اور حضرت سحبان الہند ؒ استاذ و شاگرد کو ایسے طور پر ایک ساتھ قبروں میں آرام کرتے پایا تو استاذوں و شاگردوں کی محبتوں اور وفاؤں کے عہد کو نبھانے کے تصورات سے دل دماغ معطر ہوگئے۔ خیالات جھوم جھوم اٹھے۔ ایسے کہ اس کا بیان قلم سے ممکن نہیں۔ اعتبار نہ آئے تو تصور کر کے دیکھ لیجئے۔ ہم تو آگے چلتے ہیں۔

مولانا احمد سعید دہلوی ؒ کے مزار مبارک سے ہو کر کوچ جہاں کھڑی تھی وہاں واپس آئے تو معلوم ہوا کہ سامنے کا مینار ’’قطب مینار‘‘ ہے جو تعمیر کا شاہکار اور مشہور عالم ہے۔ یہ قطب الدین ایبک نے بنایا تھا۔ خود تو وہ انارکلی لاہور میں ہیں۔ مجھے اس مینار پر جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ دوست گئے اور پھر واپس آکر اس کی تعمیر اور کاریگروں کے فن کے کمال کے ترانے گاتے رہے۔ لیکن مولانا حافظ عبدالقیوم نعمانی اور فقیر تو زمین جنبد نہ جنبد گل محمد بنے رہے۔ یہاں سے بس چلی تو نظام الدین دہلی پر آکر رکی۔ اب سوچئے کہ نظام الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی ؒ کے مزار مبارک پر جارہے ہیں۔ احترام میں پھونک پھونک کر چلنا شروع کیا۔ اب پہنچ گئے ہیں۔

ختم نبوت کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بیریاں والا کے زیر اہتمام بیریاں والا ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مورخہ ۱۱؍اکتوبر بروز ہفتہ عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا محمد موسیٰ نے فرمائی۔ کانفرنس سے مہمان مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا محمد الیاس گھمن، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا غلام حسین، مولانا اللہ بخش، مولانا لطف اللہ لدھیانوی، مولانا عطاء اللہ نقشبندی نے خطاب فرمایا۔

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ

لمبا قد، بھرپور جسم، پرکشش نگاہیں، گھنگھریالے بال، چمکتا ہوا چہرہ، عمدہ لباس، خوبصورت آواز۔ یہ ہیں تحریک تحفظ ختم نبوت کی باوقار شخصیت اور امیر دوم مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ۔ جنہوں نے اپنے سحر خطابت سے ملک کے کونہ کونہ میں ایک والہانہ انداز میں ختم نبوت اور قادیانیت کے بارے میں عوام کے اندر ایک غیر فانی انقلاب برپا کردیا اور اسی وجہ سے آپ کو خطیب پاکستان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ ۱۹۰۸ء میں شجاع آباد ضلع ملتان میں قاضی محمد امین کے گھر پیدا ہوئے۔ تعلیم شجاع آباد میں ہی حاصل کی۔ قاضی احسان احمد صاحبؒ کو بچپن ہی سے اچھا مقرر بننے کی خواہش تھی۔ بعد میں اللہ رب العزت نے انہیں برصغیر کے نامور مقرر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ساتھی بنادیا۔ امیر شریعت اور قاضی احسان احمد کی پہلی ملاقات ۱۹۲۶ء میں ملتان میں ہوئی تو قاضی احسان احمد نے وہاں فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ اپنی زندگی شاہ جی کے قدموں پر نچھاور کردیں گے اور شاہ جیؒ کی صحبت کے اثر اور فیضان نظر نے قاضی احسان احمد کو ایک خطیب پاکستان بنادیا۔

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر چنے گئے۔ آپ خوش لباس، خوش خوراک اور خوش گفتار تھے۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ۱۹۳۰ء میں جب مجلس احرار اسلام قائم ہوئی تو قاضی صاحب ضلع ملتان کے صدر بنے اور جماعت کی تنظیم کے لئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ قاضی صاحب نے اپنی زندگی نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے لئے اور قادیانیت کے تعاقب کے لئے وقف کردی تھی۔ اپنے مقصد اور مشن سے اخلاص کا عالم یہ ہے کہ جب قاضی احسان احمد صاحب کلکتہ کے لئے سفر پر روانہ ہوئے تو اکلوتا بیٹا بیمار تھا۔ جب کلکتہ پہنچے تو بیٹے کا انتقال ہوگیا تو آپ نے صبر کیا اور جماعتی کام میں مصروف ہوگئے۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا جب قاضی احسان احمد صاحب کے والد قاضی محمد امین جن کے آپ اکلوتے بیٹے تھے، کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت قاضی احسان احمد صاحب ختم نبوت کی تحریک کے سلسلے میں نظر بند تھے۔ آپ والد کے جنازہ میں شرکت نہ کرسکے۔ قاضی صاحب نے اولاد اور والدین کی شفقت دونوں ختم نبوت کے نام پر قربان کردیں۔ مولانا قاضی احسان احمد جب ۱۹۵۳ء میں جیل میں تھے اور والد کا انتقال ہوا تو جیل کی انتظامیہ نے قاضی صاحب سے کہا کہ اگر آپ حکومت کے اعلیٰ حکام سے معافی مانگ لیں تو آپ کو رہا کیا جاسکتا ہے اور آپ اپنے والد کے جنازہ میں شرکت کرسکتے ہیں۔ قاضی احسان احمد صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ جیل رسول اکرم ﷺ کی ناموس رسالت کی خاطر قبول کی ہے۔ آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کو بھول جاؤں اور والد کی محبت سے متاثر ہوکر آقائے نامدار ﷺ کو دھوکہ دے جاؤں۔ میں عاشق رسول ہوں۔ مجھ پر اس جیسی ایک ہزار مصیبتیں بھی اگر نازل ہوجائیں تو بھی میں اف تک نہ کروں گا۔

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے ختم نبوت کا مسئلہ صرف عوام کے سامنے ہی نہیں رکھا بلکہ ارباب حکومت کے سامنے بھی جس مؤثر انداز میں قادیانی مسئلہ کا پس منظر پیش کیا ہے، وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ سیالکوٹ میں قاضی صاحب کی ملاقات ایک دفعہ اس وقت کے وزیراعظم جناب لیاقت علی خان سے ہوئی تو قاضی صاحب نے وزیراعظم سے عرض کی کہ میں آپ سے اہم معاملہ میں تبادلہ خیال کرنا چاہتا ہوں۔ وزیراعظم نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ میرے ریلوے سیلون میں تشریف لے آئیں۔ قاضی صاحب قادیانیوں کی تمام کتب سمیت پہنچ گئے اور لیاقت علی خان کو قادیانیت کے بارے میں تفصیل سے بتایا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام کتابیں دکھائیں جس میں اس نے حضور اکرم ﷺ، اہل بیت، صحابہ کرامؓ، تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اہل اللہ کی توہین کی تھی۔ لیاقت علی خان اپنے ہاتھوں سے ان عبارتوں کو انڈر لائن کرتے رہے۔ جب قاضی صاحب لیاقت علی خان کو قادیانیت کے بارے میں سب کچھ بتا چکے تو اس وقت لیاقت علی خان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ لیاقت علی خان نے ۴۵ منٹ کی اس ملاقات کے بعد قاضی صاحب سے کہا کہ مولانا! آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق دے۔ سابق وزیراعظم پاکستان چوہدری محمد علی نے قاضی صاحب کو بتایا تھا کہ آپ کی اس ملاقات کے بعد لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان نے کابینہ کی میٹنگ میں اب ظفر اللہ خان وزیر خارجہ کو زیادہ اہمیت دینی چھوڑ دی ہے۔ بلکہ ایک دفعہ تو ظفر اللہ خان کو یہ بھی کہہ دیا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ایک خاص جماعت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لیاقت علی خان کا یہ پروگرام تھا کہ قادیانیوں کو ایک سیاسی جماعت کی حیثیت دے کر خلاف قانون قرار دیا جائے۔ بلکہ اس سے قبل ہی لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا اور مولانا قاضی احسان احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ لیاقت علی خان کو قادیانیوں نے شہید کروایا تھا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران مولانا قاضی احسان احمدؒ، مولانا لال حسین اخترؒ نے متعدد بار وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے ملاقاتیں کیں اور انہیں مسئلہ ختم نبوت اور قادیانیوں کی اسلام دشمن اور پاکستان دشمن سرگرمیوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ لیکن خواجہ ناظم الدین اپنے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان سے گھبراتے تھے۔ بلکہ خواجہ ناظم الدین کے دور حکومت میں ہی تحریک ختم نبوت کو بزور طاقت روکنے کی کوشش کی گئی۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں دیگر حکومتی عہدے داروں سے الگ الگ وقتاً فوقتاً ملاقاتیں کیں اور انہیں اس مسئلہ کی اہمیت کے بارے میں بتلایا۔ آپ نے سابق وزیراعظم چوہدری محمد علی، سابق گورنر سردار عبدالرب نشتر، ملک امیر محمد خان آف کالاباغ، سردار بہادر خان، شیخ محمد دین سابق گورنر سندھ، چیف جسٹس محمد منیر، ہاشم گزدر ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی، سابق وزراء عبدالوحید خان، سید حسن محمود، شیخ مسعود صادق، اللہ بخش سومرو، در محمد اوستو، سردار عبدالمجید دستی اور دیگر حکومتی عہدے داروں کو قادیانیت کے بارے میں تفصیلاً بتایا۔

قاضی احسان احمد ایک سچے عاشق رسول تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی محبت اور قادیانیت سے نفرت آپ کے ہر سانس میں بھری ہوئی تھی۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اگر ایک کتا پاگل ہو جائے تو سارا شہر اس سے حفاظت کی سوچتا ہے۔ پورے شہر کو تباہ کرنے کے لئے آگ کی ایک چنگاری کافی ہوتی ہے۔ دودھ کے پورے مٹکے کو پیشاب کا ایک

قطرہ ناپاک کر دیتا ہے۔ قادیانیت اسی ناسور کا نام ہے۔ مرزائیوں نے اسلام کے اصول بدل دیئے ہیں۔ اس فتنہ سے امت کو بچانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ جس طرح سورج کو حق حاصل ہے کہ وہ سیاہی اور تاریکی پر حملہ کرے۔ اسی طرح ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ فخر دو عالم حضرت محمد ﷺ کے تاج وتخت ختم نبوت کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ حق، باطل کی ریشہ دوانیوں کو کبھی نہیں برداشت کرتا ہے۔

لوگوں کے دلوں کو گرما دینے والا اور آقا ﷺ کا محب تقریباً آٹھ ماہ بیمار رہنے کے بعد ۲۳رنومبر ۱۹۶۶ء کو دن ۴ بجے کے قریب اللہ کو پیارا ہوگیا۔ ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں اطلاع ہوگئی کہ خطیب پاکستان اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا ہے۔ شام ۷ بجے ریڈیو پاکستان سے اعلان ہوگیا۔ ۲۴رنومبر بروز جمعرات دن ساڑھے تین بجے گورنمنٹ سکول شجاع آباد میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جو کہ ایک تاریخی جنازہ تھا اور آپ کو شجاع آباد کے قبرستان میں اپنے والد قاضی محمد امین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

جا تو سکتا نہیں گلشن سے پپیہا شاکر
لوگ کہتے ہیں شجاع آباد سے احسان گیا

سہ ماہی پروگرام پنوعاقل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوعاقل کے زیر اہتمام سہ ماہی ختم نبوت کانفرنس مرکزی جامع مسجد پنوعاقل زیر صدارت قاری خلیل الرحمن انڈھر امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوعاقل منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقامی علماء کرام ودیگر مبلغ مجلس سکھر مولانا محمد حسین ناصر، مبلغ جماعت ٹنڈو آدم مولانا محمد راشد مدنی نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے قیام سے لے کر اب تک الحمدللہ بزرگوں کی سرپرستی میں تمام تر سیاسیات سے الگ ہو کر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرتی آرہی ہے اور جماعت کے اکابرین ومبلغین پوری دنیا میں رہنے والے قادیانیوں، مرزائیوں کو دعوت اسلام دیتے رہتے ہیں کہ وہ مرزا قادیانی کذاب کو چھوڑ کر حضور اکرم ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ ہو جائیں۔ علماء کرام نے کہا کہ چناب نگر میں ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ جس میں چناب نگر میں رہنے والے قادیانیوں، مرزائیوں کو دعوت اسلام دی جاتی ہے۔ یہ کانفرنس اتحاد امت کا ثبوت ہوتی ہے۔ یہ کانفرنس کوئی عام اجتماع یا جلسہ نہیں ہوتا بلکہ چناب میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنس میں علماء کرام وعام مسلمان عقیدت وتحفظ ختم نبوت کے مشن کے لئے اور حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے وکیل اور طرفدار بن کر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو تحفظ ختم نبوت کے لئے قبول فرمائے۔ پنوعاقل کانفرنس میں آخری بیان مولانا صبغت اللہ جوگی صاحب کا ہوا۔ بیان کے بعد مولانا جوگی صاحب نے دعا کرائی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض حافظ عبدالغفار شیخ نے انجام دیئے۔ الحمدللہ یہ کانفرنس بھرپور کامیاب ہوئی۔ کانفرنس کے اختتام پر محترم جناب استاذ محمد بلال شیخ کی طرف سے شرکاء کانفرنس کا اکرام کیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام جماعتی احباب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین!

تینتیسویں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

مولانا اللہ وسایا

بحمدہ تعالیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مورخہ ۲۳،۲۴؍اکتوبر۲۰۱۴ء کو تینتیسویں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں آب وتاب سے فقید المثال طور پر انعقاد پذیر ہوئی۔ امسال یہ کانفرنس ایسے موقع پر منعقد ہوئی کہ مدرسہ ختم نبوت کے جدید حصہ کی تعمیرات سو فیصد مکمل ہو چکی تھیں۔ صحن میں ٹف ٹائل لگ چکی تھی۔ ۸عدد وسیع وعریض باہمی متصل گراسی پلاٹوں میں گھاس اپنی مکمل تروتازگی سے دل لبھا رہا تھا۔ دائیں بائیں تمام کمروں میں عمدہ قسم کا کارپٹ بچھایا جا چکا تھا۔ چالیس فٹ بلند وبالا 10x18x18 کی ٹینکی جس میں بیس ہزار گیلن پانی کے جمع ہونے کی گنجائش ہے، مکمل تعمیر ہو چکی تھی۔ نئی ٹربائن لگ چکی تھی۔ بلڈنگ کی پچھلی جانب پر شرق وغرب کی جانب وسیع وعریض وضوخانے تیار تھے۔ جس میں مجموعی طور پر نئی وپرانی بلڈنگ میں تقریباً پانچ سو افراد ایک وقت میں وضو کر سکتے ہیں۔ تمام کمروں میں اٹیچ باتھ چالو ہو چکے تھے۔ غرض ۳۳ویں سالانہ کانفرنس کے مہمانوں کی سہولت کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے امکانی طور پر تمام تیاری مکمل کر لی تھی۔

ہر سال کانفرنس کے لئے ڈسپنسری بھی قائم کی جاتی ہے۔ امسال اس نئی بلڈنگ کے دو کمروں کے آگے چاردیواری کر کے باہر میں سڑک سے دروازہ دے کر مستقل ڈیزائننگ کے تحت وسیع وعریض ڈسپنسری مستقل بنیادوں پر تعمیر ہو کر فعال کر دی گئی تھی۔ اس وقت ایک ڈاکٹر صاحب ہر روز ۳ سے ۶ بجے تک ڈیوٹی دیتے ہیں۔ ایک مستقل کوالیفائڈ ڈسپنسر اس کے علاوہ مصروف کار ہیں۔ ہر روز ساٹھ سے ایک سو کے درمیان مریضوں کو فری میڈیکل سہولت دی جاتی ہے۔ امسال ۱۲؍اکتوبر کو ایک فری میڈیکل کیمپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے یہاں پر لگایا گیا۔ صبح دس بجے سے مغرب تک بغیر وقفہ کے پورا دن مجموعی طور پر چار سو سے زائد مریضوں کا الٹراساؤنڈ، بلڈ ٹیسٹ، ای سی جی وغیرہ کے ٹیسٹ ہوئے۔ پانچ ڈاکٹرز اور اتنا ہی دیگر عملہ کی ٹیم جناب ڈاکٹر قاری محمد صولت نواز کی سربراہی میں آئی۔ کچھ ڈاکٹرز حضرات مریض چیک کرتے۔ جن کا ٹیسٹ لینا تجویز ہوتا۔ ان کے ٹیسٹ ہوتے۔ نسخہ لکھا جاتا اور تجویز کردہ دوائیاں مہیا کی جاتیں۔ اس دفعہ چناب نگر کے قرب وجوار میں سیلاب آیا تھا۔ اس سے متاثرہ بہت سارے لوگوں نے بڑے شوق سے اس فری میڈیکل کیمپ سے فائدہ اٹھایا۔ ٹیسٹوں کے علاوہ بعض مریض ایسے تھے جنہیں چیک اپ کے بعد تجویز کردہ ادویات دی گئیں۔ ان سب کی مجموعی تعداد آٹھ صد ہوگی۔ ان سب کو فری کھانا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مہیا کیا گیا۔ عید کے موقعہ پر پچیس بڑے جانوروں کی قربانی کا گوشت علاقہ بھر میں تقسیم کیا گیا۔

سیلاب کے موقعہ پر ایک بار چارسدہ کے جماعتی رفقاء نے دس لاکھ روپیہ کا آٹا، گھی، چاول اور دیگر اشیاء گھر گھر جا کر تقسیم کیں۔ دوسرے علاقوں سے بھی امداد لے کر دوست آتے رہے اور مجلس کے رفقاء کی نگرانی میں جا کر تقسیم کرتے رہے۔ اب کانفرنس سے اگلے روز سیلاب زدگان میں رضائیاں تقسیم کرنے کا نظم بنایا گیا ہے۔ رضائیاں پہنچ گئی تھیں۔ فہرستیں مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا غلام مصطفےٰ بنا رہے تھے۔ تقسیم کنندگان معطلی حضرات تشریف لائیں گے تو گھر گھر جا کر سردی سے بچاؤ کی رضائیاں تقسیم ہونا تھیں۔ کانفرنس سے اگلے روز ۲۶؍اکتوبر کو فری آئی کیمپ کا مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر میں اہتمام کیا گیا۔ ماہر آئی اسپیشلسٹ ڈاکٹر محمد اخلاق صاحب نے آنکھوں کا چیک اپ کیا اور فری ادویات دی گئیں۔ تمام تر ادویات کا اہتمام فیصل آباد سے جناب ڈاکٹر محمد صولت نواز نے کیا۔ غرض عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تبلیغ عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ علاقہ بھر میں سماجی خدمات کے ذریعہ بھی ایک اچھا خاصہ حلقہ بنالیا ہے۔ جس سے علاقہ کے عوام کے دلوں میں ڈھیروں محبت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔

سماجی خدمات، لٹریچر کی ترسیل اور تبلیغ کے علاوہ قدیم اور جدید وسیع وعریض کوہ قامت بلڈنگوں میں حفظ وناظرہ قرأت وگرداں کی بنین وبنات کی تعلیم کے علاوہ درس نظامی کی کلاسیں قائم ہیں۔ اس وقت تک سینکڑوں حفظ وناظرہ، درس نظامی، میٹرک کے بچوں نے تعلیم مکمل کی ہے۔ امسال اس مدرسہ میں مشکوٰۃ شریف کے درجہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ فالحمدللہ!

اسی طرح ملتان دفتر میں سہ ماہی سالانہ ختم نبوت کی کلاس مدارس کے فضلاء کے لئے لگتی تھی۔ اس سال اس کا دورانیہ ایک سال کر کے اس کا اجراء مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں کیا گیا۔ فاضل نوجوان، مناظر مولانا محمد رضوان عزیز کو اس کلاس کی نگرانی سپرد کی گئی۔ آپ کے علاوہ مدرسہ ختم نبوت کے صدر مدرس مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا محمد امین، مولانا محمد احمد بھی یومیہ مختلف متنوع نصاب تخصص کی کلاس کو پڑھاتے ہیں۔ یومیہ نو گھنٹہ تعلیم ہوتی ہے۔ مقالہ جات، خطابت، مناظرہ، حفظ حدیث کے علاوہ قدیم وجدید تمام فتن کا تقابلی جائزہ پر مکمل عبور کے حامل علماء ومناظرین ومتکلمین کا مکمل نصاب پڑھانا مطلوب ہے۔ غرض سماجی، تعلیمی، تبلیغی ان خدمات جلیلہ کی حق تعالیٰ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کو اس علاقہ میں توفیق ارزاں فرمائی ہے۔ ۳۳ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی تیاری کے لئے عیدالاضحیٰ سے قبل چہار رنگہ خوبصورت اشتہار شائع کر کے ملک بھر کے جماعتی رفقاء اور مبلغین حضرات کو ارسال کر دیا گیا تھا۔ تمام حضرات نے اپنے اپنے حلقہ میں قافلوں کی ترتیب قائم کر لی تھی۔

عید کے تین دن گزار کر چوتھے روز جمعرات کو مبلغین حضرات کا اجلاس منعقد ہوا۔ اساتذہ اور مبلغین حضرات سمیت اٹھائیس حضرات کی مختلف علاقوں میں پیغام ودعوت کے لئے ڈیوٹی لگی۔ لاہور، گوجرانوالہ، ساہیوال، فیصل آباد، سرگودھا ڈویژن کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں اشتہارات، بینرز، فلیکس لگوانے کا اہتمام کیا گیا۔ بیانات ہوئے۔ لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ اجتماعی وانفرادی طور پر دعوت کا سلسلہ چلایا گیا۔ تمام حضرات نے شب وروز ایک کر کے تندہی سے یہ فریضہ سرانجام دیا۔ بظاہر تو یہ ایک سالانہ کانفرنس ہوتی ہے۔ لیکن اس کی تیاری کے لئے چار پانچ ڈویژنوں میں لگاتار تبلیغ عقیدہ ختم نبوت سے ایک نورانی ماحول قائم ہو جاتا ہے۔

مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا غلام مصطفیٰ، مولانا سیف اللہ خالد نے کانفرنس کی منظوری، پنڈال کی تیاری، گردونواح کی صفائی، سڑکوں پر چونا ڈالنا، بجلی، پانی، جنریٹروں کی آمد، ڈیزل، لکڑی کی خریداری، خوردونوش کے سامان کی فراہمی، کھانا پکانے والی ٹیموں سے رابطہ، ۲۰۰ جدید صفوں کی پشاور سے حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی کے ذریعہ منگوانے کا تمام عمل مکمل کرلیا۔

سیکورٹی کے لئے حسب سابق مانسہرہ کی جماعت، جامعہ دارالقرآن فیصل آباد کے ذمہ داران کھانا کھلانے کے لئے جامعہ طیبہ فیصل آباد اور شیخوپورہ مجلس کے حضرت قاری محمد ابوبکر، سمیت تمام حضرات نے بار بار دورہ کر کے منتظمین حضرات سے مشورہ کے بعد اپنے اپنے پلان ترتیب دے رکھے تھے اور ڈیوٹیاں دینے والے حضرات کی فہرستیں بن گئی تھیں۔ ان کے پہنچنے کا ٹائم طے ہو چکا تھا۔ ۲۱ر اکتوبر دوپہر کو حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری تشریف لائے۔ تمام موجود حضرات نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ تمام حضرات نے اپنی اپنی کارکردگی اور اپنے اپنے شعبہ ڈیوٹی کے انتظامات کی تیاری کی رپورٹ دی۔ ظہر سے عصر تک میٹنگ ہوئی۔ اس میں مناسب ردوبدل کے بعد ڈیوٹیاں لگادی گئیں۔ مدرسہ کے اساتذہ کی سرپرستی میں طلباء کرام نے مدرسہ کی صفائی کر کے اس کے درودیوار کو نہ صرف چمکتا دمکتا بنادیا۔ بلکہ مہمانوں کی آمد کے لئے سراپا انتظار بھی کردیا۔ اسی دن ہی صبح سے ٹینٹ کا سامان آنا شروع ہوگیا۔ شام کو پنڈال کا سائبان کھڑا کردیا گیا۔ اگلے روز شام کو تمام پنڈال کی ٹف ٹائل پر چاولوں کی پرالی بچھادی گئی۔ ۲۲ر اکتوبر کو بجلی کی تنصیب کر کے جنریٹروں کو چالو کردیا گیا۔ جامع مسجد ختم نبوت کے ساتھ ملحقہ سولہ کنال کا گراسی پلاٹ جواب عمدہ باغ کی شکل اختیار کر چکا ہے اس میں حسب سابق کھانا کھلانے کا پنڈال تیار کیا گیا۔ بدھ کے روز ظہر سے قبل جھنگ سے کھانا پکانے اور چنیوٹ سے روٹیاں پکانے والی ٹیموں نے آکر اپنا انتظام مکمل کرلیا۔

چارسدہ سے عصر کے قریب اطلاع ملی کہ سات عمدہ بڑی ہینو، ڈائیو طرز کی بسوں پر قافلہ روانہ ہورہا ہے۔ سکھر سے اطلاع ملی کہ ایک مستقل بوگی پاکستان ایکسپریس کے ساتھ کانفرنس کے شرکاء کی لگ کر آرہی ہے۔ سندھ تھرپارکر، کنری سے، کراچی سے، ایبٹ آباد، مانسہرہ، حیدرآباد، بنوں، کوہاٹ، راجن پور، کوئٹہ، مردان، خضدار، میانوالی، خوشاب، صوابی، پشاور، سیالکوٹ، ڈسکہ، ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان، نوشہرہ، لاہور، ٹنڈو آدم، سانگھڑ، گمبٹ، ساہیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ، پھلور، دارالعلوم ربانیہ، جامعہ امدادیہ فیصل آباد، قصور، جنڈ والا، بہاول نگر، گوجرانوالہ، سرگودھا، علی پور چٹھہ غرض ہر قابل ذکر شہر سے وفود وقافلوں کی روانگی کی خوش کن اطلاعات نے نیا ولولہ وجذبہ دیا۔

عصر کے قریب جامعہ دارالقرآن فیصل آباد، ایبٹ آباد، مانسہرہ کے رفقاء کی آمد ہوئی۔ صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمن رحیمی، مولانا غلام فرید، جناب عبدالرؤف کی قیادت میں رفقاء نے سیکورٹی کا نظم سنبھال لیا۔ رات بھر قافلوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ ۲۳ر اکتوبر جمعرات کی نماز پر جامع مسجد ختم نبوت کا ہال، برآمدہ اور صحن پر ہو چکے تھے۔ کسی زمانہ میں جتنا اجتماع جمعہ کے روز کانفرنس پر ہوتا تھا امسال اتنا تو صبح کے وقت نماز پر ہوگیا۔ کیا سنہری ماحول قائم ہوا۔ عرصہ سے روایت ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لاہور کے امیر حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد

حسن کا جمعرات صبح کی نماز کے بعد درس قرآن سے کانفرنس کا آغاز ہوتا ہے۔ امسال بھی ایسے ہوا۔ جمعرات صبح کی نماز کی امامت، تفصیلی درس قرآن اور آپ کی دعا سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ درس سے فراغت کے بعد تمام مہمانوں نے ناشتہ کیا اور پھر اپنی رہائش گاہوں یا پنڈال میں آرام کیا۔ فجر کی نماز کے بعد تمام پنڈال میں ہزارہا صفیں قبلہ رخ بچھا کر پورے پنڈال کو بقعہ نور اور سراپا نورانی کیفیت کا حامل بنادیا گیا۔

قریباً ساڑھے نو بجے سپیکر چالو کیا گیا۔ دوستوں نے اٹھ کر وضو بنایا اور پنڈال میں تشریف لانا شروع ہوئے۔ پہلے اجلاس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے کی۔ صدارتی کلمات ارشاد فرمائے۔ مختصر وقت میں کانفرنس کی غرض وغایت اور مکمل تاریخ جستہ جستہ دہرائی۔ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب نے دعا فرمائی اور کانفرنس کا آغاز کردیا گیا۔

پہلی نشست ...... جمعرات قبل از ظہر

صدارت:	حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب			
تلاوت:	قاری محمد مہتاب، متعلم مدرسہ ختم نبوت چناب نگر			
نعت:	حضرت حافظ محمد شریف منچن آباد			
تقریر:	مولانا محمد نعیم	متخصص	مدرسہ عربیہ	ختم نبوت
//	مولانا احسان الحق	//	//	//
//	مولانا بلال رشید	//	//	//
//	مولانا عبدالرؤف	//	//	//
//	مولانا محمد امجد	//	//	//
//	حافظ عبدالوہاب جالندھری، مبلغ حافظ آباد			
//	مولانا خبیب احمد، مبلغ ٹوبہ ٹیک سنگھ			
//	مولانا مختار احمد، مبلغ کنری			
//	مولانا توصیف احمد، مبلغ حیدرآباد			
//	مولانا سیف الرحمٰن، لاہور			
سٹیج سیکرٹری:	مولانا محمد علی صدیقی مبلغ میرپور خاص، مولانا محمد قاسم رحمانی مبلغ بہاول نگر			

دوسری نشست ...... بعد از ظہر تا عصر

صدارت:	حضرت مولانا سید حسین احمدؒ مدنی کے شاگرد حضرت مولانا مطلع الانوار، چارسدہ
تلاوت:	قاری محمد یاسر، مدرس جامعہ سراجیہ چیچہ وطنی
تقریر:	مولانا محمد وسیم، مبلغ چناب نگر

//	مولانا غلام حسین، مبلغ جھنگ
//	جناب سید نور الحسن امیر جماعت اسلامی چنیوٹ
نعت:	حافظ محمد شریف مخفی آبادی
//	حافظ نادر شاہ، چارسدہ
//	قاری محمد شریف محمودی چشتیاں
//	حضرت مولانا سید محمود میاں، شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ مدنیہ جدید لاہور
//	حضرت مولانا قاری محمد خلیل بندھانی، استاذ التفسیر جامعہ اشرفیہ سکھر
//	مولانا حق نواز خالد خطیب فیصل آباد
مہمان خصوصی:	مولانا صاحبزادہ شہاب الدین موسیٰ زئی شریف
//	مولانا مفتی عبداللہ شاہ، چارسدہ
اسٹیج سیکرٹری:	حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

تیسری نشست...... بعد از عصر

مہمان خصوصی وصدر اجلاس: پیر طریقت حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی

سوالات وجوابات: راقم آثم، فقیر اللہ وسایا

چوتھی نشست...... بعد از مغرب تا قبل از عشاء

تلاوت ونعت کے بعد تقریر مولانا عبدالرؤف چشتی اوکاڑہ

مجلس ذکر: حضرت مولانا غلام رسول صاحب دین پوری

پانچویں نشست...... بعد از عشاء

زیر صدارت:	حضرت الامیر شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
تلاوت:	قاری محمد عثمان مالکی ساہیوال
نعت:	حافظ محمد شریف مخفی آبادی
//	حافظ محمد طارق حفیظ، ساہیوال
تقریر:	مولانا سید محمد شعیب، بنوں
//	مولانا عبدالواحد قریشی، ڈیرہ اسماعیل خان
//	مولانا محمد رضوان عزیز، نگران شعبہ تخصص مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر
//	مولانا مفتی عظمت اللہ، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، بنوں
//	حضرت مولانا محمد یوسف خان، استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

نعت: حضرت مولانا مفتی سلمان یٰسین، کراچی
تقریر: حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی، مرکزی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام (س)
〃 صاحبزادہ مبشر محمود، خطیب جامع مسجد محمود فیصل آباد
〃 جناب شمس الدین سابق قادیانی، لاہور
〃 حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالجبار عباسی، شاہ پور چاکر
〃 حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عتیق الرحمن، لاہور
〃 مجاہد ختم نبوت مولانا محمد اکرم طوفانی، سرگودھا
〃 مجاہد اسلام مولانا عبدالشکور حقانی، لاہور
〃 حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالخبیر آزاد، خطیب بادشاہی مسجد لاہور
〃 حضرت مولانا نور محمد ہزاروی، امیر مجلس سرگودھا
〃 مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، امیر مرکزیہ جمعیت علماء پاکستان
〃 مولانا صاحبزادہ محمد امجد خان، مرکزی ڈپٹی جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام پاکستان
کلام: سید سلمان گیلانی، لاہور
تقریر: مولانا زبیر احمد ظہیر، نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور
〃 مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، امیر جمعیت اہل حدیث (متحدہ) پاکستان
〃 حضرت مولانا عبدالحمید وٹو، قلعہ دیدار سنگھ کے خطاب پر رات گئے

اجلاس بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نے دعا کرائی۔

مہمان خصوصی: مولانا قاری جمیل الرحمن اختر
〃 حضرت صاحبزادہ مولانا احمد علی ثانی، انجمن خدام الدین لاہور
〃 پیر طریقت حضرت رضوان نفیس، لاہور
اسٹیج سیکرٹری: مولانا قاضی احسان احمد، کراچی
〃 مولانا محمد قاسم رحمانی، بہاول نگر
〃 مولانا محمد علی صدیقی، میر پور خاص

آج کا اجتماع مثالی اجتماع تھا۔ مدرسہ عربیہ ختم نبوت کا پورا پنڈال سامعین سے کھچا کھچ بھر گیا تو رش کی وجہ سے مین گیٹ سے داخلہ بند کرنا پڑا۔ ٹینکی کی جانب کا ذیلی دروازہ کھول کر دونوں سائیڈوں کے سینکڑوں فٹ لمبے برآمدہ میں قطار در قطار مہمانوں کو داخل کیا گیا۔ صحن، مدرسہ کے برآمدے بھر گئے تو کمروں کے دروازے کھول کر

ہزاروں آدمیوں نے کمروں میں بیٹھ کر کانفرنس کی کارروائی سنی۔ جامع مسجد وقدیم مدرسہ کے صحن میں سپیکر لگا کر شرکاء کو وہاں پر کارروائی سننے کی سہولت مہیا کی گئی۔

دونوں مدرسوں میں جتنے شرکاء تھے اس سے کہیں زیادہ سڑکوں پر رش تھا۔ ایک جرنلسٹ نے فی البدیہہ کہا کہ کاش عمران خان دیکھتا کہ جلسے یوں ہوا کرتے ہیں۔ اس بار تو مین گیٹ پر اتنا رش ہوا کہ کسی حادثہ کا خوف پیدا ہونے لگا۔ آج مغرب سے کچھ قبل حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم پر کوئٹہ میں حملہ ہوا۔ شدید تشویش ہوئی۔ اس کے بعد کانفرنس میں اس واقعہ کے خلاف شدید غم وغصہ کا اظہار بیانات میں ہوتا رہا۔

امسال طے تھا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کوئٹہ سے فراغت کے بعد جمعہ صبح پی. آئی. اے سے اسلام آباد، وہاں سے موٹروے کے راستہ تشریف لا کر کانفرنس میں آخری خطاب فرمائیں گے۔ پھر جمعیت علماء اسلام فیصل آباد کے امیر مولانا سید محمد زکریا شاہ صاحب کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ جمعہ صبح سپیشل طیارہ سے فیصل آباد، وہاں سے ریلی کی قیادت کے ذریعہ تشریف آوری ہوگی۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب پر قاتلانہ حملہ کے بعد فقیر راقم پر سکتہ کی کیفیت رہی۔ رات گئے پہلے مولانا قاری نذیر احمد لاہور نے تفصیل سے حالات سنائے۔ رات گئے سٹیج پر خود حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے مولانا صاحبزادہ عزیز احمد کو فون کیا اور خیر خیریت معلوم ہوئی۔ اب کوئٹہ میں تین جنازے رکھے ہیں۔ کئی کارکن ہسپتال میں ہیں۔ ان حالات میں حضرت دامت برکاتہم کا تشریف لانا تقریباً ناممکن ہوگیا۔ آپ نے شرکت سے معذرت فرمائی۔ رات گئے تو یہ کیفیت رہی۔ رات اڑھائی بجے کے قریب بارش ہوگئی۔ دوستوں نے جہاں جگہ ملی وقت گزارا۔ صبح کی نماز بھی بارش میں ہوئی۔ لیکن وائے عشق رسالت کا جذبہ صادق کہ ایک ساتھی نہ چلا۔ نہ شکوہ کیا۔ اس حالت میں وقت گزارا۔

فجر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ امیر مجلس کراچی نے درس قرآن دیا۔ اس کے بعد دوستوں نے کچھ آرام کیا۔ اتنے میں مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا محمد علی صدیقی، مولانا غلام مصطفیٰ اور مدرسہ کے تمام اساتذہ نے مل کر پنڈال کے سائبان، کھانے کا نظم، پنڈال کی صفوں کی ترتیب درست کرلی۔ ۹/ بجے جمعہ کے روز جب صبح کی نشست کے لئے سپیکر کھولا تو الحمدللہ موسم درست ہوچکا تھا۔ آسمان کھل گیا تھا۔ پانی خشک ہوچکا تھا اور موسم میں خنکی نے موسم بہار کا سرور پیدا کردیا تھا۔ ادھر جلسہ کا آغاز ہوا۔ ادھر کھانا کھلانے کا آغاز کردیا گیا۔ رات کے اجلاس میں مہمانوں کی کثرت کے باعث عشاء کے بعد اور پھر جمعہ کے روز صبح پہلے سے زیادہ وسیع انتظام کیا گیا۔ کھانا پکانے کی جھنگ کی ٹیم نے جناب محمد جاوید کی نگرانی اور مولانا محمد اسحق ساقی صاحب کی سرپرستی میں بڑی مستعدی سے کام کیا۔ لیکن مہمان اتنے تھے کہ رات کو فوری اور جمعہ کو بھی بیسیوں دیگوں کا جامعہ امدادیہ چنیوٹ میں پکوانے کا حضرت مولانا سیف اللہ صاحب خالد نے ذمہ اٹھالیا۔ فجزاھم اللہ! ان کے اس اقدام سے بہت سہولت رہی۔ جمعہ پر پنڈال بھر گیا۔ تو دوسرا جمعہ مسجد میں ہوا۔ جامع مسجد قدیم مدرسہ اور مسجد کا صحن برآمدے بھر گئے۔ کمروں میں بھی صفیں بنائی گئیں۔ فالحمدللہ اولاً وآخراً!

چھٹی نشست ...... قبل از جمعہ

صدارت:	مولانا مفتی عبداللہ شاہ، چارسدہ
تلاوت:	فخر القراء قاری احسان اللہ نقشبندی، لاہور
نعت:	قاری محمد شریف تخت آباد
تقریر:	مولانا محمود الحسن، بھکر
//	مفتی شفاء اللہ خان، دریا خان
//	مولانا مفتی عبداللہ شاہ، چارسدہ
//	مولانا محمد افضال الحق کٹھانہ، علی پور چٹھہ
//	قاری محمد خالد گنگوہی، ڈیرہ اسماعیل خان
//	مولانا ضیاء الدین آزاد، ماموں کانجن
//	مولانا محمد علی صدیقی، مبلغ میر پور خاص سندھ
//	مولانا محمد راشد مدنی، ٹنڈو آدم
//	مولانا محمد قاسم رحمانی، مبلغ بہاول نگر
//	مولانا عبدالحکیم نعمانی، مبلغ چیچہ وطنی
//	حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
//	مولانا مفتی محمد راشد مدنی، مبلغ رحیم یار خان
اذان اوّل:	قاری محمد مہتاب، چناب نگر
تقریر:	حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت (سنتوں کا وقت دیا گیا)
اذان ثانی:	جناب الحاج محمد یٰسین صاحب، چناب نگر
خطبہ وامامت جمعہ:	حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی، پشاور

ساتویں نشست ...... بعد از جمعہ

زیر صدارت:	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
مہمان خصوصی:	حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب، سرپرست اعلیٰ جمعیت علماء اسلام پاکستان
//	حضرت مولانا عبدالغفور، ٹیکسلا
//	حضرت مولانا مفتی محمد حسن، لاہور
//	مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، خانقاہ سراجیہ
//	مولانا صاحبزادہ خلیل احمد، خانقاہ سراجیہ

〃 مولانا قاری محمد یٰسین، مہتمم دارالقرآن فیصل آباد
〃 پیر طریقت سید جاوید حسین شاہ صاحب، امیر عالمی مجلس فیصل آباد
〃 حضرت پیر طریقت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی
〃 حضرت مولانا محب اللہ صاحب، لورالائی
〃 مولانا محمد ضیاء مدنی، خطیب جامع مسجد فیصل آباد
〃 حضرت مولانا محب النبی صاحب، سرپرست اعلیٰ جمعیت علماء اسلام لاہور
〃 مولانا سید محمد زکریا، امیر جمعیت علماء اسلام فیصل آباد
〃 حضرت پیر رضوان نفیس، لاہور
〃 مولانا محمد حنیف صاحب، جھنگ

تلاوت: قاری محمد نصیر، چنیوٹ
نعت: حافظ محمد شریف، مجن آباد، سید سلمان گیلانی، لاہور
صدارتی تقریر: حضرت الامیر مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
قراردادیں: مولانا قاضی احسان احمد، مبلغ کراچی
تقریر: حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، لاہور
〃 حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی، پشاور
〃 حضرت مولانا محمد الیاس گھمن، سرگودھا
کلمات تشکر: مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، خانقاہ سراجیہ
دعائے اختتام: مولانا صاحبزادہ خلیل احمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ

جامع مسجد میں نمازیں مولانا محمد شفیق صاحب، پنڈال میں نمازیں مولانا محمد شاہد صاحب نے پڑھائیں۔

خدمت مہمانان خصوصی: مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب اور مولانا فقیر اللہ اختر، قاضی امتیاز احمد ٹوپہ، قاضی رضوان احمد ٹوپہ، قاری زاہد اقبال، مولانا محمد الیاس، مولانا محمد احمد کے ذمہ رہی۔

مکتبہ کا نظم مولانا عبدالرشید اوران کے رفقاء کے ذمہ رہا۔

عمومی طعام: مولانا محمد اسحٰق ساقی، مولانا محمد حسین ناصر، مولانا قاری محمد رمضان، قاری محمد مدنی۔
استقبالیہ کیمپ نمبر۱: مولانا محمد طیب، مولانا راشد مدنی، سید پروفیسر شجاعت، خالد مسعود ایڈووکیٹ، خالد مبین گجر خان، حافظ محمد الیاس، راولپنڈی۔

سیکورٹی مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی، جناب عبدالرؤف روفی، شیخ الحدیث مولانا غلام فرید کے ذمہ ہے۔

میڈیا اطلاعات: مولانا عبدالحکیم نعمانی، مولانا عبدالنعیم رحمانی، مولانا محمد عرفان بھیروی، مولانا وسیم اسلم
استقبالیہ نمبر۲: مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا ریاض احمد وٹو، مولانا توصیف احمد، مولانا خبیب احمد، قاضی عبدالخالق۔

آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی جھلکیاں

☆......کانفرنس کا باقاعدہ آغاز ساڑھے نو بجے آیت خاتم النبیین کی تلاوت اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں کے سجادہ نشین مولانا صاحبزادہ خواجہ خلیل احمد نے اپنی دعا سے کانفرنس شروع کی۔

☆......نائب امیر مرکزیہ مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد نے اپنے افتتاحی خطاب میں کانفرنس کے اغراض و مقاصد بیان کیے اور ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے کارکنوں کی آمد پر خیر مقدمی کلمات ارشاد فرمائے۔

☆......کانفرنس کا پنڈال میں رنگ برنگے خوبصورت بینروں سے روح پرور منظر پیش کر رہا ہے۔ بینروں پر عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت، ناموس رسالت کے تحفظ پر مبنی عبارات اور پیغامات درج ہیں۔ حکومت سے قادیانی گروہ کے متعلق مطالبات بھی بینروں پر درج ہیں۔

☆......کانفرنس کی نقابت و نظامت کے امور مولانا قاضی احسان احمد، مولانا ضیاء الدین آزاد اور مولانا محمد علی صدیقی کے سپرد تھے۔ جو کہ احسن انداز میں اسٹیج سے مقررین کو دعوت خطاب دیتے رہے۔

☆......کانفرنس میں سکول و کالج کے طلباء اور مبصرین کے علاوہ صحافیوں، میڈیا نمائندوں اور مقامی اخبارات کے ایڈیٹرز کی ایک بڑی تعداد بھی شریک رہی۔

☆......کانفرنس شروع ہونے سے ایک یوم قبل کارکنوں کے قافلوں کی آمد شروع ہوگئی جو رات گئے تک جاری رہی۔

☆......کانفرنس کی کوریج اور صحافیوں کی معاونت کے لئے میڈیا گیلری میں مولانا محمد وسیم اسلم، مولانا محمد عرفان بھیروی، مولانا عبدالنعیم رحمانی اپنے رفقاء کے ہمراہ تفویض کردہ امور پر مامور تھے۔

☆......کانفرنس میں ختم نبوت خط وکتابت کورس اسلام آباد کا بھاری بھرکم وفد بھی شامل ہوا۔

☆......مولانا محمد قاسم رحمانی اسٹیج سے مقررین کی تقاریر کے اقتباسات میڈیا روم پہنچاتے رہے اور مولانا عبدالحکیم نعمانی میڈیا سیکشن سے صحافیوں کو کانفرنس کی لمحہ بہ لمحہ کاروائی پر بریفنگ دیتے رہے۔

☆......کانفرنس کی سیکورٹی پر مامور رضا کاران ختم نبوت نے کانفرنس کے شرکاء کے لئے دل ونگاہ کشادہ رکھے ہوئے تھے۔

☆......عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمان جالندھری اپنی پیرانہ سالی کے باوجود بالغ نظری اور خداداد قائدانہ صلاحیتوں سے کانفرنس کے داخلی اور خارجی معاملات وانتظامات کی سرپرستی ونگرانی فرماتے رہے۔

☆......کانفرنس میں استقبالیہ، میڈیا روم، فری ڈسپنسری، ساؤنڈ اور لائٹنگ سسٹم، پارکنگ، انفارمیشن سینٹر، فوڈ اینڈ واٹر سپلائی اور ٹریفک پلان جیسے بیسیوں شعبوں کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔

☆......کانفرنس کے داخلی راستوں پر خوش آمدید کے بینرز آویزاں کیے گئے تھے۔ استقبالیہ کمیٹی اور ان کے رفقاء علماء کرام اور مشائخ عظام کو مکمل احترام کے ساتھ اسٹیج پر لاتے رہے۔

☆ ...... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اپنی استقبالیہ ٹیم کے ساتھ مندوبین مدعوین اور خطباء وشرکاء کے لئے استقبالیہ کیمپ میں پلکیں بچھائے ہوئے تھے جب کہ فوڈ اینڈ واٹر سپلائی کے شعبہ جات کی نگرانی مولانا محمد اسحاق ساقی کررہے تھے۔

☆ ...... کانفرنس میں سیکورٹی کے خوبصورت انتظامات دیکھنے میں آئے۔ کانفرنس انتظامیہ اور ضلعی حکومتی سیکورٹی کے ذمہ داران نے سیکورٹی کی خدمات سرانجام دیں۔

☆ ...... عصر کی نماز کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ راقم اثیم اللہ وسایا شرکاء کے تحریری سوالات کے جوابات دیتے رہے۔

☆ ...... کانفرنس میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن پر خودکش حملے کے خلاف شدید احتجاج ہوتا رہا۔

☆ ...... کانفرنس کے چاروں اطراف کو پولیس اہلکاروں اور انٹیلی جنس حکام نے اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا جب کہ سادہ کپڑوں میں ملبوس پولیس اہلکار بکثرت موجود تھے۔ اور یہ سب سرکاری اہلکار گورنمنٹ کی بجائے آج اپنے عقیدے کی ڈیوٹی سمجھ کر انتہائی مستعد اور چاک وچوبند فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

☆ ...... ۲۴؍اکتوبر کی صبح کو مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ نے منفرد اور ممتاز انداز میں درس قرآن ارشاد فرمایا جو کہ سامعین نے ہمہ تن گوش ہوکر سماعت کیا۔

☆ ...... چنیوٹ، سرگودھا، جھنگ، فیصل آباد اور چناب نگر کے قرب وجوار سے مجاہدین ختم نبوت موٹر سائیکل ریلیوں اور قافلوں کی صورت میں شریک ہوئے۔

☆ ...... سیکورٹی پر مورچہ زن رضا کاران ختم نبوت شرکاء کے ساتھ مثالی ڈسپلن، اپنائیت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے رہے۔

☆ ...... سیکورٹی پلان کے انچارج جناب عبدالرؤف روفی آف مانسہرہ اور دارالقرآن فیصل آباد کے حضرت مولانا غلام فرید تھے۔ ان کی سرپرستی حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی فرمارہے تھے۔

☆ ...... مغرب کی نماز کے بعد مولانا غلام رسول دین پوری نے مجلس ذکر کرائی۔ مولانا عبدالرؤف چشتی کا مسحور کن اور وجد آفرین بیان ہوا۔ جو کہ علمی نکات پر مشتمل تھا۔

☆ ...... ملک کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے شرکاء نعرہ تکبیر اللہ اکبر، تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد، تحفظ ناموس رسالت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بلند کرتے ہوئے پنڈال پہنچے۔

☆ ...... کانفرنس میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور فضیلت کے علاوہ عقیدہ توحید، عظمت صحابہؓ، اہل بیتؓ اور حیات عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا مہدی علیہ الرضوان، اصلاح معاشرہ اور استحکام پاکستان کے موضوعات پر بھی خطابات ہوتے رہے۔ بعض مقررین ملک کی موجودہ صورت حال پر بھی گفتگو کرتے رہے۔

☆ ...... کانفرنس میں شہدائے ختم نبوت کے جرأت مندانہ کردار کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور تحریک ختم نبوت میں شامل تمام مکاتب فکر کے علماء کا تذکرہ خیر بھی ہوتا رہا۔

☆......کانفرنس کے اسٹیج پر تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور دینی جماعتوں کے قائدین ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے رہے۔جس سے اسٹیج اتحاد امت کا مثالی منظر پیش کررہا تھا۔

☆......بجلی بحران کے باعث کانفرنس کے منتظمین نے متعدد پاور فل جنریٹروں کا انتظام کیا ہوا تھا۔ جو کہ آفتاب نیمروز کا کام دیتے رہے۔

☆......کانفرنس کی مکمل کاروائی انٹرنیٹ اور میڈیا پر بھی نشر ہوتی رہی۔

☆......منتظمین نے شرکاء کانفرنس کے لئے خوراک، رہائشی کمروں، رہائشی کوارٹروں، چھولداریوں اور معلومات عامہ کے لئے تجربہ کارٹیموں کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں۔ پنڈال سے چند میٹر کے فاصلے پر بنوری پارک میں خورد ونوش کا وسیع انتظام موجود تھا۔

☆......عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائم کردہ بک اسٹال سے شرکاء احتساب قادیانیت، قادیانی شبہات کے جوابات، تحفہ قادیانیت، ائمہ تلبیس کے علاوہ رد قادیانیت کے موضوع پر مجلس کی جدید تصانیف ذوق وشوق سے خریدتے رہے۔

☆......کانفرنس ہال کے باہر سجائی ہوئی مارکیٹوں میں اسلامی کتب،ٹوپیوں،تسبیحات اور عطریات کی خریداری عروج پر رہی۔

☆......شرکاء کانفرنس سے مولانا قاضی احسان احمد کراچی نے متعدد قراردادیں منظور کروائیں۔

☆...... ماہنامہ لولاک ملتان اور ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے سالانہ خریدار بننے کے لئے شرکاء کانفرنس قائم کردہ دفتر میں سالانہ رقوم جمع کرواتے رہے۔

☆......معروف شاعروں اور نعت خوانوں کی طرف سے دربار رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کرنے پر سامعین کیف وسرور کی حالت میں جھومتے رہے اور شان رسالت زندہ باد کے نعرے بلند کرتے رہے۔

☆......کانفرنس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حوالہ سے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اور امتناع قادیانیت ایکٹ کے نفاذ کے حوالہ سے صدر ضیاء الحق مرحوم کا تذکرہ خیر بھی ہوتا رہا۔

قراردادیں ...... ختم نبوت کانفرنس

۱......۳۳ویں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کا یہ عظیم اجتماع اللہ پاک کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہوتے تمام خطباء ومقررین اور شرکاء کانفرنس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے۔ کہ آپ حضرات کی تشریف آوری سے یہ کانفرنس کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

۲......یہ اجلاس گزشتہ کانفرنس سے اس کانفرنس تک وفات پاجانے والے علماء کرام، مشائخ عظام اور جماعتی کارکنوں (بالخصوص مولانا خلیفہ عبدالقیومؒ ڈیرہ اسماعیل خان) کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔

۳...... یہ اجتماع قائد ملت اسلامیہ مولانا فضل الرحمان دامت برکاتہم پر قاتلانہ حملے کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ حملہ کرنے والوں کا سراغ لگا کر انہیں عبرتناک سزا دی جائے۔ نیز اس خودکش حملہ میں شہید ہونے والوں کے ورثاء کو امداد دینے اور زخمیوں کے علاج معالجہ کا مطالبہ کرتا ہے۔

۴...... قادیانی اپنے مغربی آقاؤں کے ذریعے ملکی قوانین کے خاتمہ کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ حکمرانوں کو ملکی قوانین کے تحفظ کا برملا اعلان کرنا چاہیے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت و ہمت نہ ہوسکے۔

۵...... گستاخان رسول سے متعلق عدالتوں کے فیصلوں پر فوری عملدرآمد کیا جائے۔

۶...... چناب نگر کے نیشلائزڈ تعلیمی ادارے قادیانیوں کو واپس کر کے قومی خزانہ کو کروڑوں کا انجکشن، سینکڑوں اساتذہ کا مستقبل مخدوش اور ہزاروں طلبہ کو قادیانیوں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا جائے۔

۷...... حکومتی ادارہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔

۸...... قادیانیوں نے چناب نگر میں اپنے سول کورٹ۔ سیشن کورٹ، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ قائم کئے ہوئے ہیں جو سٹیٹ اندر سٹیٹ کے مترادف ہے۔ لہٰذا چناب نگر میں سرکاری رٹ کو قائم کرتے ہوئے انہیں ملکی قانون کا پابند کیا جائے۔

۱۰...... پورے ملک میں عسکری تنظیموں پر پابندی ہے لیکن قادیانیوں کی تربیت یافتہ مسلح تنظیم خدام الاحمدیہ کو کھلی چھٹی دی جاچکی ہے۔ دیگر عسکری تنظیموں کی طرح قادیانیوں کی مسلح تنظیم خدام الاحمدیہ پر پابندی عائد کی جائے اور اس کے اثاثے بحق سرکار ضبط کے جائیں۔

۱۱...... ملک میں ہونے والی قتل و غارت گری اور دہشت گردی میں قادیانی عنصر کو فراموش نہ کیا جائے جہاں مذہبی دہشت گردی ہوتی ہے۔ وہاں کی قادیانی قیادت کو شامل تفتیش کیا جائے تو بہت ساری اندھے کیسوں کا سراغ لگ سکتا ہے۔

۱۲...... چناب نگر کے باسیوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

۱۳...... گوہر شاہی ایک گستاخ رسول تھا۔ اس کو سزا ہوئی اور اس کی جماعت انجمن سرفروشان اسلام اور مہدی فاؤنڈیشن اس کے باطل نظریات کو چلا کر ارتدادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ ان پر پابندی لگائی جائے۔

۱۴...... دھرنا پارٹی موجودہ آئین کے منسوخی کا جو مطالبہ کر رہا ہے اس میں دانستہ یا غیر دانستہ تحفظ ختم نبوت کے آئین کو بدنام کرنے کی سازش کی جارہی ہے ہم تمام انقلابیوں اور غیر انقلابیوں پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جو قانون ہم جانیں دے کر بنوا سکتے ہیں اسے بچانے کے لیے بھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔

۱۵...... یہ اجتماع حکومت پاکستان سے ۱۹۷۴ء کے پارلیمنٹ کے متفقہ اور عظیم الشان فیصلہ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ اور امتناع قادیانیت ایکٹ اور دیگر پارلیمانی اور عدالتی فیصلوں پر ان کے تقاضوں کے مطابق عمل درآمد کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

چناب نگر میں قادیانی اور پولیس کیا کر رہی ہے؟

جناب کمشنر، ڈی. آئی. جی فیصل آباد، ڈی. سی. او، ڈی. پی. او چنیوٹ توجہ فرمائیں

مولانا محمد اکرم طوفانی

چناب نگر کے سابق قادیانی مربی محمد نذیر کے قبول اسلام کی داستان جو ۳ تا ۶ اور پھر ۹ تا ۱۲ راکتوبر ۲۰۱۴ء کے اخبار ''روزنامہ امت'' کراچی میں جناب منصور اصغر راجہ کے قلم سے شائع ہوئی کی تلخیص پیش خدمت ہے۔ یہ رپورٹ اس لحاظ سے آپ کی توجہ کی شدید متقاضی ہے کہ چناب نگر میں:

۱...... قادیانیوں نے دہشت گردی، ظلم و بربریت کی انتہاء کر دی ہے۔

۲...... پولیس قانون کی حکمرانوں کی بجائے قادیانی قیادت کے اشاروں پر رقص کناں ہے۔

۳...... قادیانی لاقانونیت کے ہاتھوں ملکی قانون مفلوج ہے اور یہاں حکومتی رٹ دیوانے کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

۴...... قادیانیوں نے شہر کی سڑکوں پر ہر جگہ بیریئر لگا کر رکاوٹیں کھڑی کر رکھی ہیں۔ منظور شدہ ٹاؤن پلاننگ کے نقشہ کا اس شہر میں قادیانیوں نے حلیہ بگاڑ دیا ہے۔

۵...... قادیانیوں نے ناجائز تجاوزات کی انتہاء کر رکھی ہے۔

۶...... قادیانیوں نے اپنا احتسابی و عدالتی نظام علیحدہ قائم کر رکھا ہے۔ اپنے عدالتی فارم و سمن بنا رکھے ہیں۔

۷...... کلمہ طیبہ اسلام کا عدالتی شعار ہے۔ شریعت اسلامیہ اور ملکی قانون کے تحت قادیانی کوئی ایسی علامت استعمال نہیں کر سکتے جس سے کہ ان کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہو۔ اس لئے کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پورے ملک میں قادیانی اپنے مکانات، اپنی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ نہیں لکھ سکتے۔ لیکن قادیانیوں نے پورے چناب نگر میں اپنی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ لکھ کر قانون کو پاؤں تلے روندر کھا ہے۔ حکومتی افسران، انتظامیہ کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ ان حالات میں جناب کمشنر صاحب، ڈی. آئی. جی، فیصل آباد ڈویژن، ڈی. سی. او، ڈی. پی. او چنیوٹ سے درخواست ہے کہ وہ فوری طور پر:

۱...... چناب نگر کی سڑکوں پر سے بیریئر ہٹائیں۔

۲...... رات کو پورے چناب نگر میں ناکے لگا کر قادیانی وارداتوں اور غنڈہ گردی کا سدباب کریں۔

۳...... قادیانی عبادت گاہوں سے کلمہ طیبہ کو محفوظ کر کے قانون کی بالادستی کو یقینی بنائیں۔

۴...... قادیانی عدالتی نظام جو ریاست اندر ریاست کا بھیانک اور مکروہ چہرہ پیش کر رہا ہے اس پر فوری پابندی عائد کریں۔

۵...... ملعون قادیان مرزا قادیانی کی کتب جو سرعام فروخت ہورہی ہیں اور اس ملعون کو ''علیہ السلام'' لکھ کر اہانت کا ارتکاب ہورہا ہے اس پر قدغن لگائی جائے۔

ذیل میں روزنامہ امت کی ۱۸ اشاعتوں میں شائع ہونے والا مضمون پیش خدمت ہے:

العارض:(مولانا) محمد اکرم طوفانی

ایڈیشنل سیکرٹری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لکڑمنڈی سرگودھا

قادیانی مظالم کی ہوش ربا داستان

''میرا نام محمد نذیر ہے۔ میں ۱۹۷۳ء میں جھنگ کے ایک قادیانی گھرانے میں پیدا ہوا۔ والد غلام حسین جماعت احمدیہ جھنگ کے سرکردہ ارکان میں سے تھے۔ انہوں نے پچاس کی دہائی کے اوائل میں قادیانیت اختیار کی تھی۔ وہ ۲۲ سال تک جماعت احمدیہ جھنگ کے صدر بھی رہے۔ والدہ ۶ سال تک قادیانی خواتین کی تنظیم ''لجنہ اماء اللہ'' کی ضلعی صدر رہیں۔ بڑے بھائی محمد رفیع ۶ سال تک انجمن خدام الاحمدیہ جھنگ کے صدر رہے۔ معروف قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام ہمارے قریبی عزیز تھے۔ میری شادی بھی انہی کی فیملی میں ہوئی۔ میری سابقہ قادیانی بیوی ان کی بھانجی ہے۔ والد نے میری پیدائش کے وقت ہی مجھے قادیانیت کی خدمت کے لئے وقف کرنے کا اعلان کردیا تھا۔ لہٰذا مجھے مربی (مبلغ) ہی بننا تھا۔ جب ہوش سنبھالا تو گورنمنٹ پرائمری سکول برانچ نمبر۲ جھنگ میں داخل کرادیا گیا۔ وہاں دو قادیانی اساتذہ، ماسٹر دوست محمد اور ماسٹر ولی محمد قادیانی بچوں پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے مجھے پڑھانے کے ساتھ ساتھ میری ''مذہبی'' تربیت بھی شروع کردی۔ ایک روز ایسا ہوا کہ سکول کے اوقات میں ظہر کی نماز کے وقت اپنے کچھ ہم جماعت مسلمان دوستوں کی دیکھا دیکھی میں بھی نماز پڑھنے مسجد میں چلا گیا۔ واپسی پر ان دونوں ٹیچرز نے مجھے زمین پر لٹا کر ڈنڈوں سے خوب پٹائی کی۔ مجھے اس پر سخت حیرت ہوئی کہ یہ لوگ نماز پڑھنے پر مجھے کیوں ماررہے ہیں؟ بعد میں انہوں نے مجھے سمجھایا کہ ''جن لڑکوں کے ساتھ تم نماز پڑھنے گئے تھے وہ کافر ہیں اور ہم مسلمان ہیں۔ آئندہ ان کی مسجد میں بالکل نہیں جانا۔''

یہ میری تربیت کا پہلا ''سبق'' تھا۔ انہوں نے مجھے دوسرا سبق یہ دیا کہ مسلمان علماء کے قریب بھی نہیں پھٹکنا۔ وہ علمائے کرام کو جادوگر کہتے اور ان سے میل جول اور بات چیت سے سختی سے منع کرتے تھے۔ ۱۹۹۲ء میں اسلامیہ ہائی سکول جھنگ سے میٹرک کرنے کے بعد اپریل ۱۹۹۲ء میں مربی کے خصوصی کورس کے لئے جامعہ احمدیہ چناب نگر میں داخل ہوا۔ جامعہ احمدیہ میں قادیانیت کے ''مذہبی اسکالر'' تیار کرنے کے لئے دو کورس کرائے جاتے ہیں۔ جن میں پانچ سالہ کورس ''مبشر'' اور سات سالہ کورس ''شاہد'' کہلاتا ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ ''شاہد'' کورس کرنے والا اپنے ''فن'' کا اسپیشلسٹ ہوتا ہے۔ یہ کورس کرنے والوں کو تخصص کرایا جاتا ہے۔ میرا داخلہ ''مبشر'' کورس کے لئے ہوا تھا۔ کورس کرنے والے طلباء کے قیام وطعام کا انتظام جامعہ کے اندر ہی تھا۔ اس دور میں جامعہ کے ہر طالب علم کو ۷۰۰ روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔ ہر طالب علم کے تمام اخراجات قادیانی جماعت برداشت کرتی

تھی۔ میری معلومات کے مطابق، جامعہ احمدیہ میں مربی کا کورس کرنے والے ایک طالب علم پر ۲۰ ہزار روپے ماہانہ خرچ ہوتے ہیں۔ اگر پانچ سال کا حساب کیا جائے تو ایک مربی تیار کرنے پر قادیانی جماعت، بارہ لاکھ روپے خرچ کرتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر طالب علم سے اس کو ملنے والے وظیفے میں سے ۱۶ فیصد بطور چندہ جماعت ضرور وصول کرتی تھی۔ ہماری کلاس کا آغاز صبح چھ بجے ہوتا اور دوپہر ایک بجے چھٹی ہوتی تھی۔ پہلے سال نورانی قاعدہ یسرنا القرآن سے ہماری پڑھائی کا آغاز ہوا اور ساتھ ساتھ ''سیرت مسیح موعود'' بھی پڑھائی جانے لگی۔ اس کے علاوہ دیگر عصری علوم بھی سبق میں شامل تھے۔ اگلے سال وفات مسیح (قادیانی عقیدہ کے مطابق، معاذ اللہ) سے متعلق قرآن مجید کی قریباً ۳۰ آیات کا ترجمہ اور قادیانی جماعت کی تفسیر کے علاوہ ''تذکرہ'' کو بھی سبق میں شامل کر دیا گیا۔ ''تذکرہ'' مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات اور ''وحی'' (نعوذ باللہ) پر مشتمل کتاب ہے۔ جو قادیانیوں کے نزدیک قرآن مجید کے برابر بلکہ اس سے بھی افضل کتاب خیال کی جاتی ہے۔ ''تذکرہ'' پڑھاتے ہوئے ہمارے استاد ہمیں بتایا کرتے کہ اگر قرآن مجید کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو ''تذکرہ'' کے ایک حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں۔

تیسرے سال جماعت احمدیہ کی مخصوص کتب پڑھانے کے علاوہ ہمیں نمازوں کے اوقات میں چناب نگر کی قادیانی عبادت گاہوں میں نماز کی امامت کے لئے بھی بھیجا جانے لگا۔ جماعت نے اپنی مرضی کی (تراشیدہ) کچھ احادیث کو توڑ مروڑ کر ''حدیقة الصالحین'' کے نام سے ایک مجموعہ احادیث بھی تیار کر رکھا ہے۔ یہ کتاب اکثر قادیانیوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔ ہمارے نصاب میں بھی یہ کتاب شامل تھی۔ ابھی جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے دو ماہ ہی ہوئے تھے کہ وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اسلام آباد کا رہائشی سعید نامی لڑکا میرا ہم جماعت تھا۔ سعید اور نفیس دونوں کزن تھے اور وہاں مربی کا کورس کرنے آئے تھے۔ سعید بے حد خوبصورت، گورا چٹا اور بھولا بھالا سا تھا۔ ایک روز کلاس ختم ہونے کے بعد جب ہم ہاسٹل واپس آئے تو سعید نے اپنا بستر اور دیگر سامان باندھنا شروع کر دیا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ لیکن وہ کچھ بتانے کو تیار نہ ہوا۔ بس خاموشی سے اپنا سامان سمیٹتا رہا۔ جب ہم نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل نے اس کے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ لہٰذا اب وہ یہاں ایک پل بھی رکنے کو تیار نہیں۔ سعید کی اس بات پر ہمیں شدید غصہ آیا۔ کیونکہ ہمارے پرنسپل تو ''مرزا صاحب'' (غلام احمد قادیانی) کی فیملی کے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔ ہمیں تو وہ چلتا پھرتا فرشتہ دکھائی دیتے تھے۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پرنسپل ایسی گھٹیا حرکت بھی کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کئی روز تک سعید کو گالیاں دیتے رہے۔ سعید کے والد غالباً فوجی افسر تھے۔ جب یہ معاملہ جماعت کے مرکزی ذمہ داروں تک پہنچا تو انہوں نے سعید کے والد کو بلوالیا۔ سعید کے والد نے اسے جامعہ میں ہی رکنے پر زور دیا۔ لیکن اس نے اپنے والد سے کہا کہ وہ اسے گولی مار دیں یا گھر سے نکال دیں۔ لیکن وہ اب جامعہ میں پڑھے گا نہ یہاں رہے گا۔ بالآخر وہ واپس اپنے گھر چلا گیا۔ جب کہ اس کے کزن نفیس نے کورس مکمل کیا اور وہ اب بھی قادیانی مربی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ مربی کی تربیت کے دوران چند باتوں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ ہر مربی کے لئے انگریزی زبان پر

مکمل عبور حاصل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اسے کسی بھی وقت کسی بھی ملک میں قادیانیت کے پرچار کے لئے بھیجا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں آکسفورڈ کی کتابیں پڑھائی جائیں جس کے لئے ماہر اساتذہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ دوران تعلیم کھیلوں میں حصہ لینا لازمی تھا۔ ہر مربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی کھیل کا بہترین کھلاڑی بھی ہو۔ جامعہ احمدیہ میں کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، والی بال، بیڈمنٹن اور کبڈی کھیلنے کا مکمل انتظام موجود تھا اور ہر طالب علم کو کسی نہ کسی کھیل میں ضرور حصہ لینا پڑتا۔ طالب علم کے لئے دوران تعلیم ڈرائیونگ سیکھنا بھی ضروری ہے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس پانچ سالہ کورس کے دوران ہر طالب علم کو ہومیو پیتھی لازمی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے لئے بھی ماہر اساتذہ کا انتظام جامعہ احمدیہ میں موجود ہے۔ ہر طالب علم کو مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک قابل ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی بنایا جاتا ہے۔ کیونکہ عملی میدان میں قادیانیت کے پرچار کے لئے لوگوں سے راہ ورسم بڑھانے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔''

قادیانی مربی کا پہلا ٹارگٹ مفلوک الحال مسلمان ہوتے ہیں

مالی معاونت کر کے برین واشنگ کی جاتی ہے۔ ۱۹۹۸ء کی مردم شماری میں تھرپارکر میں جعلسازی کے ذریعے مسلمانوں کی کثیر آبادی کو قادیانی ظاہر کیا۔ اعلیٰ کارکردگی پر جماعت کی طرف سے مجھے لینڈ کروزر دی گئی۔

جامعہ احمدیہ سے فراغت کے بعد ۱۹۹۶ء میں میری پہلی تعیناتی ضلع حافظ آباد کے موضع پیرکوٹ ثانی میں ہوئی۔ اس گاؤں میں قادیانی اکثریت میں ہیں اور ہر لحاظ سے طاقتور بھی ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک اس گاؤں کو بڑی مقدس حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ یہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے تین مصاحبین کی قبریں بھی ہیں۔ اس گاؤں میں میری تعیناتی ایک طرح کی ہاؤس جاب تھی۔ یہاں سے ٹریننگ لینے کے بعد مجھے ضلع منڈی بہاؤالدین کے دیہات ''رجوعہ اور مرالہ کھناں والی'' بھیج دیا گیا۔ چند ماہ وہاں گزارنے کے بعد میری پوسٹنگ ضلع گجرات کے علاقوں ''ڈنگہ'' اور ''کنجاہ'' میں ہوگئی۔ میں ایک سال تک ان چار اسٹیشنز پر کام کرتا رہا۔ پہلے ہی سال حیران کن کارکردگی کی وجہ سے میں جماعتی قیادت کی نظروں میں بھی آگیا اور اس کے ساتھ ہی مجھے ملنے والی مراعات اور پروٹوکول میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ ویسے عام طور پر بھی مربی کو ماہانہ تنخواہ کے علاوہ کافی مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ میں جب ۱۹۹۶ء میں فیلڈ میں آیا، اس وقت ایک مربی کی ماہانہ تنخواہ دس ہزار روپے تھی۔ میڈیکل اور بچوں کی تعلیم فری تھی۔ اگر ملک میں علاج ممکن نہ ہوتا تو جماعت اپنے خرچے پر بیرون ملک علاج کے لئے بھجواتی۔ جس علاقے میں تعیناتی ہوتی وہاں ایک وہی آئی پی گھر ملتا۔ موسم کی مناسبت سے ہر سال نیا بستر دیا جاتا۔ کھانا الاؤنس الگ تھا۔ چناب نگر آنے جانے کا ٹی۔اے، ڈی۔اے دیا جاتا۔ گرمیوں اور سردیوں میں قیمتی کپڑوں کے تین تین جوڑے بنوا کر دیئے جاتے۔ ابتداء میں سائیکل دی جاتی، جس کی دیکھ بھال کے لئے ماہانہ ۲۰۰ روپے الگ ملتے تھے۔ بہترین کارکردگی دکھانے پر اگلے مرحلے میں نئی لینڈ کروزر دی جاتی۔

''مربی کا براہ راست ناظر امور عامہ سے رابطہ ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے دو طاقتور ترین ذیلی انتظامی ادارے ناظر امور عامہ اور دفتر عمومی ہیں۔ دفتر عمومی صرف چناب نگر میں قادیانیوں کے معاملات کو ڈیل کرتا ہے اور ناظر امور عامہ پورے ملک کے قادیانیوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ مسلمانوں کو قادیانیت کی طرف مائل کرنے کے لئے ہر مربی دو بنیادی ہتھیاروں خوش اخلاقی اور چرب زبانی سے تو لیس ہوتا ہی ہے اس کے علاوہ بھی دوران تعلیم مسلمانوں کو پھانسنے کی خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ مربی کا پہلا ٹارگٹ انتہائی غریب مسلمان ہوتے ہیں۔ وہ ان کی کمزور مالی حالت اور معاشی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے قریب ہوتا ہے۔ مربی کی سفارش پر جماعت ''ٹارگٹ'' کی مالی معاونت کے لئے فنڈ جاری کرتی ہے۔ اس کے لئے کوئی بندھی رقم نہیں بلکہ لامحدود فنڈ ہوتا ہے۔ ٹارگٹ کی حالت کے پیش نظر مربی جتنی رقم چاہے، جاری کراسکتا ہے۔ مربی کی سفارش کو جماعت شاذ و نادر ہی رد کرتی ہے۔ مالی معاونت کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ''ٹارگٹ'' کی برین واشنگ بھی شروع کر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ اکثر کامیابی کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایک مربی کے لئے لازم ہوتا ہے کہ وہ ایک وقت میں کم از کم ۱۰ مسلمانوں کو قادیانیت کا پرچار کرے۔ مربی کا دوسرا بڑا ٹارگٹ وہ کھاتے پیتے امیر مسلمان ہوتے ہیں جو دین سے دور ہوں۔ ان میں سے بھی خاص طور پر وہ لوگ مربی کے لئے انتہائی آسان ہدف ثابت ہوتے ہیں جو علمائے کرام سے الرجک رہتے ہوں اور ان سے میل ملاقات اور ان کی مجالس میں بیٹھنا پسند نہ کرتے ہوں۔ ایسے لوگوں سے راہ و رسم بڑھانے کے بعد مربی انہیں اپنی عبادت گاہ ''بیت الذکر'' آنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ والا ''ٹارگٹ'' جب قادیانی عبادت گاہ میں داخل ہوتا ہے تو مربی اس پر پہلا حملہ یہ کرتا ہے کہ اسے نماز پڑھ کر دکھاتا ہے اور نماز کے بعد دعا نہیں مانگتا۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوال اٹھا دیتا ہے کہ ہم نماز کے بعد دعا اس لئے نہیں مانگتے کہ نماز بذات خود دعا ہے۔ بعد میں دعا مانگنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ بڑے غیر محسوس انداز میں اپنے ''ٹارگٹ'' کو یہ باور کراتا ہے کہ جو لوگ (یعنی مسلمان) نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں وہ غلط ہیں اور ہم صحیح ہیں۔ ''ٹارگٹ'' پر اگلا حملہ کرنے لئے مربی کسی قادیانی بچے کو بلا کر اس سے پہلا کلمہ سنواتا ہے۔ جب ''ٹارگٹ'' یہ دیکھتا ہے کہ ایک قادیانی بچہ بھی وہی کلمہ پڑھ رہا ہے جو ایک مسلمان بچہ پڑھتا ہے تو وہ تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے اور مولوی کو کوستے ہوئے اسے مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کرنے کا الزام دینے لگتا ہے۔ اب مربی کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ زمین ہموار ہو جاتی ہے۔ پھر وہ پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو ''ٹارگٹ'' کے سامنے ایک ولی، بزرگ اور مجدد کے روپ میں پیش کرتا ہے۔ پھر ظلی بروزی نبی کے طور پر متعارف کراتا ہے اور آخر میں اپنے ''ٹارگٹ'' کو اس بات پر لے آتا ہے کہ آخری نبی تو بس ''مرزا قادیانی'' ہی ہیں (نعوذ باللہ) یہ مربی کا مخصوص طریقہ واردات ہوتا ہے۔''

''میں نے پنجاب میں ڈیوٹی کے دوران حافظ آباد، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، منڈی بہاؤالدین، فیصل آباد اور بہاول نگر میں کام کیا۔ بہاول نگر کی تحصیل فورٹ عباس کے چک نمبر ۲۲۳ ٹائن آر میں تعیناتی کے دوران مجھے صحیح اندازہ ہوا کہ جامعہ احمدیہ میں دوران تعلیم کھیلوں میں حصہ لینا کیوں لازمی ہے اور اس کی کیا افادیت

ہے۔ میں دورطالب علمی میں بطور بلے باز کرکٹ کا ایک اچھا کھلاڑی رہا ہوں۔ بعد میں بھی پریکٹس جاری رکھی۔ اس گاؤں میں بھی قادیانی بہت طاقتور اور اکثریت میں تھے۔ میں بھی شام کے وقت مقامی لڑکوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتا۔ اسی دوران ایک میچ میں ایک مسلمان بالرلڑکے کو میں نے چار گیندوں پر لگا تار چار چھکے مارے۔ اس شاندار بیٹنگ نے مقامی مسلمان لڑکوں کو میرا گرویدہ بنا دیا۔ اب وہ میرے ساتھ کھل کر اٹھنے بیٹھنے لگے۔ جب تعلق بڑھا تو وہ مجھے اپنی ٹیم کی طرف سے دوسری ٹیموں کے ساتھ کھیلنے کی دعوت دینے لگے۔ وہ جب بھی کھیلنے کی دعوت دیتے تو میں جواباً ان کے سامنے کبھی بیت الذکر آنے، کبھی ساتھ مل کر نماز پڑھنے اور کبھی میرا خطبہ سننے کی شرط رکھ دیتا۔ بس اس کھیل ہی کھیل میں، میں نے گیارہ ماہ میں اس گاؤں کے کئی مسلمان لڑکے قادیانی بنا دیئے۔‘‘

’’جماعت کی طرف سے مربی کو مسلمان علماء کے ساتھ بحث مباحثے اور مناظرے سے سختی سے منع کیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں قادیانی اکثریت میں ہوں، وہاں وہ مسلمانوں کا ناطقہ بند کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے۔ میں وزیرآباد کے قریب قادیانیوں کے اکثریتی گاؤں ’’کھیوے والی‘‘ میں تعینات تھا۔ وہاں میں نے ایک مسلمان کو قادیانیت کی دعوت دی تو اس نے مجھے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ میں نے بھی جوش میں آ کر چیلنج قبول کر لیا۔ ان لوگوں نے اگلے روز سرگودھا کے مشہور عالم دین مولانا محمد اکرم طوفانی کو بلا لیا۔ جماعت کو خبر ہوئی تو مجھے مناظرہ کرنے سے سختی سے روک دیا گیا۔ مولانا محمد اکرم طوفانی آئے۔ انہوں نے ردقادیانیت پر بڑی سخت تقریر کی اور ساتھ ہی میرا نام لے کر مجھے بھی خوب لتاڑا۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ گاؤں کے اردگرد ساری اراضی قادیانی زمینداروں کی ملکیت تھی۔ مسلمانوں کو اس میں سے گزر کر اپنے رقبے پر جانا پڑتا تھا۔ میں نے انہیں سبق سکھانے کے لئے قادیانی زمینداروں کی میٹنگ بلالی۔ باہم مشورے سے حکمت عملی طے کی اور اگلے روز اس پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ قادیانی لڑکے ڈنڈے لے کر اپنی زمینوں پر کھڑے ہوگئے۔ جو بھی مسلمان وہاں سے گزرتا وہ اس کی پٹائی کرتے۔ مجبوراً مسلمانوں کو قادیانیوں سے معافی مانگنی پڑی۔‘‘

قادیانیوں کی جعل سازی

’’اسی دوران ۱۹۹۸ء کی مردم شماری شروع ہوگئی۔ جماعت احمدیہ کے ذمہ دار سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ کس طرح قادیانیوں کی آبادی زیادہ شو کی جائے۔ بالآخر باہمی مشورے سے ایک منصوبہ طے پایا اور مربیوں کے ذریعے اس پر عملدرآمد شروع کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں میری ڈیوٹی اندرون سندھ ضلع تھرپارکر میں لگائی گئی۔ میں نے وہاں مردم شماری ڈیوٹی کرنے والے مقامی ٹیچرز سے رابطہ کیا۔ ان کے ساتھ معاملات طے ہوئے اور پھر میں نے انہیں کچی پنسلیں خرید کر دیں۔ وہ سارا دن ان پنسلوں سے مردم شماری فارم پر کرتے۔ شام کو ساری فائلیں اٹھا کر میری قیام گاہ پر لے آتے اور میرے سامنے بیٹھ کر کچی پنسل سے لکھا مٹا کر پکی پنسل کے ساتھ مذہب کے خانے میں مسلمانوں کے ناموں کے آگے بھی احمدی لکھتے جاتے اور بدلے میں منہ مانگا معاوضہ وصول کرتے۔ اس ’’پروجیکٹ‘‘ پر کام کے دوران میں نے ان ٹیچرز پر جماعتی فنڈ میں سے سات لاکھ روپے صرف کئے۔ اسی لئے تو میں

اب چیلنج سے کہتا ہوں کہ مرزا طاہر اپنے دور میں یہ جو دعویٰ کیا کرتے تھے کہ سندھ میں ان سے بیعت ہونے والوں کی تعداد تین کروڑ ہے۔ یہ دعویٰ بالکل جھوٹ پر مبنی ہے۔ سندھ میں قادیانیوں کی تعداد ۳۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہے اور وہ لوگ بھی پیسے کی آکسیجن پر زندہ ہیں۔ باقی جو کروڑوں کے دعوے ہیں وہ سب کاغذی کارروائی ہے۔‘‘

’’میری کارکردگی دیکھتے ہوئے ۲۰۰۱ء میں جماعت نے میری پوسٹنگ صوبائی نائب ناظم جماعت احمدیہ کے طور پر سندھ میں کردی۔ یہاں میں نے قادیانیت کے پرچار کے لئے ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے روپ میں کام کا آغاز کیا اور میر پور خاص میں ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی سے چند روز عملی تربیت لینے کے بعد مٹھی، ننگر پارکر اور دو جتنر کے مقام پر تین کلینک قائم کئے۔ میں چیک اپ اور دوا کے صرف ۱۰ روپے لیتا تھا۔ میرے کلینکس پر صبح سے شام تک رش رہتا۔ ان علاقوں میں غربت بہت ہے اور میں اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتا تھا۔ آنے والے مریضوں کو مفت دوا کے ساتھ ان کی کچھ مالی معاونت بھی کرتا تھا۔ کبھی کبھی ٹافیوں کے پیکٹ لے کر کسی گاؤں پہنچ جاتا اور بچوں اور بڑوں میں ٹافیاں تقسیم کر کے جماعت احمدیہ کے رکنیت فارم پر انگوٹھے لگوالیتا اور ان میں مسلمان ہی نہیں ہندو بھی شامل ہوتے تھے۔ صرف اندرون تھرپارکر میں ہم نے ۳۲۰ کلینکس کھول رکھے تھے اور میں ان سب کا انچارج تھا۔ سندھ میں میرا رہن سہن بڑا شاہانہ تھا۔ جماعت نے نقل و حرکت کے لئے پہلے مجھے گھوڑا فراہم کیا۔ جس کی دیکھ بھال کے لئے میں نے تین مقامی لڑکے ملازم رکھے ہوئے تھے۔ جنہیں میں ۲۰۰ روپے فی کس ماہانہ تنخواہ دیتا تھا۔ جلد ہی مجھے نئی لینڈ کروزر دے دی گئی۔ میری کارکردگی بھی بڑی زبردست تھی۔ اس سب کے باوجود میں نے جماعت سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیوں کیا۔ اس کی تین بڑی وجوہات ہیں۔‘‘

قادیانی رہنما اخلاقی گراوٹ کا شکار ہیں

جماعت احمدیہ سے متنفر ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا۔ اعلیٰ عہدیداروں کی بداعمالیوں کے بارے میں جماعت کے امیر مرزا خورشد کو خط لکھا تو انہوں نے مجھے پاگل قرار دے دیا۔ اسلامیہ اسکول جھنگ کے ماسٹر نے نجات کی راہ دکھائی۔

’’دور طالب علمی میں جب جامعہ احمدیہ میں ہمارے ہم جماعت ساتھی، سعید نے جامعہ کے پرنسپل پر جنسی تشدد کا الزام لگایا تو ہم نے سعید کو جی بھر کے گالیاں دی تھیں۔ فیلڈ میں آنے کے بعد بھی اس طرح کے کچھ واقعات میرے علم میں آئے۔ لیکن میں انہیں اکا دکا لوگوں کا ذاتی فعل سمجھتا رہا۔ تاہم جب میں جماعت کے اعلیٰ حلقوں کے قریب ہوا تو مجھ پر یہ راز کھلا کہ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ اخلاقی گراوٹ اور پستی کے ایسے ایسے واقعات سامنے آئے کہ عقل دنگ رہ گئی۔ ظاہری طور پر جو لوگ ہمیں فرشتوں سے بھی افضل نظر آتے تھے، باطنی طور پر وہ ابلیس کو بھی مات دیتے دکھائی دیئے۔ مرزا خلیل قمر جناب نگر کی مشہور علمی شخصیت ہیں۔ قادیانی خواتین کی اصلاح و تربیت کے لئے چھپنے والے جماعت احمدیہ کے رسالے ’’مصباح‘‘ کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کے علم و فضل کے بارے میں ایک بار قادیانی خلیفہ رابع، مرزا طاہر نے کہا تھا کہ اگر کتابوں سے بھرے ہوئے پانچ سوٹرک ایک طرف ہوں

اور مرزا خلیل قمر دوسری طرف تو مرزا خلیل قمر کا پلڑا بھاری ہوگا۔ ''انصار اللہ'' کی تاریخ بھی انہی صاحب نے لکھی۔ لیکن اس عالم فاضل شخص کا اپنا کردار یہ ہے کہ اخلاقی بے راہروی موصوف کا من پسند مشغلہ ہے۔ اسی عادت بد کے ہاتھوں ایک دفعہ بہت برے پھنسے بھی تھے۔ یہ ۲۰۰۷ء کی بات ہے کہ انہوں نے ایک لڑکے سے زیادتی کی۔ متاثرہ لڑکے کے اہل خانہ پولیس کے پاس پہنچ گئے۔ مرزا خلیل نے جب بات بگڑتی دیکھی تو متاثرہ فریق کو ایک لاکھ ۶۵ ہزار روپے دے کر راضی نامہ کرلیا۔ ان میں سے ۶۵ ہزار روپے الائیڈ بینک چناب نگر برانچ کے اکاؤنٹ سے ٹرانسفر کیے گئے اور باقی رقم نقد ادا کی گئی۔ راضی نامے کا اسٹامپ پیپر دو گواہوں کے روبرو لکھا گیا۔ جواب بھی محفوظ پڑا ہے۔ اگر مرزا خلیل قمر پسند فرمائیں تو وہ ان کی خدمت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ محمد بخش صادق جماعت احمدیہ کے سابق امیر اعلیٰ پاکستان ہیں۔ ان کے پاس جماعت کی کئی ذمہ داریاں ہیں۔ ناظم وقف جدید، ناظم تحریک جدید، ناظم خدمت درویشاں کے علاوہ جماعت احمدیہ کینیڈا کے امیر بھی رہے ہیں۔ نوجوان لڑکیوں سے اپنی ٹانگیں دبوانا، نوعمر لڑکوں سے زیادتی اور جماعتی اثاثوں کا بے دریغ ناجائز استعمال ان کے خاص شوق ہیں۔ سابق منیجر یو۔بی۔ایل تسیم سیفی گزشتہ ۲۰ سال سے چناب نگر کے محلہ دارالرحمت غربی کے صدر ہیں۔ وہ مالی تعاون کے بدلے غریب خواتین کے استحصال کا کوئی موقع ضائع جانے نہیں دیتے۔ سید مبارک شاہ بھی جماعت کے بڑے بااثر اور مرکزی مبلغ ہیں۔ یہ سندھ میں میرے پیشرو تھے۔ جب میری وہاں پوسٹنگ ہوئی تو میں نے انہی سے چارج لیا تھا۔ جماعت کے اندرونی حلقوں میں موصوف کو کرپشن کا بادشاہ اور جعلی بیعت کرانے کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔ جھنگ کے رہائشی ڈاکٹر اللہ بخش صادق آج کل چناب نگر کی کالونی ''بیت الحمد'' میں رہتے ہیں۔ اندرون سندھ اپنی تعیناتی کے دوران انہوں نے کئی ہندو لڑکیوں کی عزت لوٹی۔ احسان اللہ چیمہ جماعت احمدیہ صوبہ سندھ کے ناظم ہیں۔ خالد محمود سندھو ایک اسپیشلسٹ مربی ہیں۔ جنہوں نے جامعہ احمدیہ چناب نگر سے سات سالہ ''شاہد'' کورس کیا ہوا ہے۔ خالد سندھو اور احسان چیمہ جامعہ میں کلاس فیلو اور گہرے دوست تھے۔ احسان چیمہ کی جب منگنی ہوئی تو وہ اپنی منگیتر سے ملنے کبھی کبھی اپنے سسرال جایا کرتے، تو خالد سندھو بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ چونکہ یہ دونوں بھی پرلے درجے کے بدقماش ہیں۔ اس طرح کے کئی واقعات جب میرے علم میں آئے تو میرے دل میں قائم تقدیس، تکریم اور عقیدت کا تاج محل مسمار ہونے لگا۔ لیکن مولوی محمد دین کے بارے میں انکشافات اندھی عقیدت کے اس تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئے۔ مولوی محمد دین جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع مرزا طاہر کے استاد ہیں۔ موصوف بھی ایک بدعادت میں مبتلا ہیں۔ ان سے ''مستفید'' ہونے والوں میں احسن گوندل، افتخار شاکر، عبدالحفیظ، نوید اور محسن گلو کا نام زیادہ آتا ہے۔ میں اس ساری صورتحال سے اس قدر بددل ہوا کہ میں نے ۲۰۰۳ء میں ان تمام واقعات کے تذکرے پر مبنی ۸ صفحات پر مشتمل ایک خط اس وقت کے امیر جماعت احمدیہ پاکستان، مرزا خورشید کو بذریعہ ٹی۔بی۔ایس ارسال کیا۔ لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ پندرہ یوم تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد میں نے ان سے فون پر رابطہ کیا اور اپنے خط کے بارے میں پوچھا کہ کیا ان افراد کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی عمل میں

لائی جائے گی تو انہوں نے جواباً کہا کہ: ’’آپ ایک پاگل انسان ہو، اس لئے آپ کے خط پر کسی قسم کا عمل نہیں ہوسکتا۔‘‘ امیر جماعت کا یہ جواب سننے کے بعد میں نے جماعت سے علیحدگی کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرنا شروع کردیا۔‘‘

’’مجھے بچپن سے ہی اسکن الرجی تھی۔ جسم پر خارش کی وجہ سے ہر وقت پریشان رہتا، بہت علاج کرایا۔ بڑی مہنگی دوائیں اور کریمیں استعمال کیں۔ لیکن کوئی فرق نہ پڑا اسلامیہ ہائی سکول جھنگ میں ہمارے ایک استاد ماسٹر عبدالحق صاحب ہوا کرتے تھے۔ جو ہمیں دسویں جماعت میں پڑھایا کرتے تھے۔ متقی مسلمان ہیں اور ماشاء اللہ اب بھی بقید حیات ہیں۔ مجھے ان سے بہت انسیت ہے۔ میں جب بھی جھنگ جاتا تو ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا۔ وہ میرے خاندانی ومذہبی پس منظر سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود میرے ساتھ بے حد محبت کرتے ہیں۔ جن دنوں میں جماعت سے علیحدگی کے بارے میں سوچ رہا تھا تو ایک روز ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو میں نے اپنی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ان سے دعا کے لئے درخواست کی تو فرمانے لگے کہ: ’’میں تمہارے لئے دعا تو ضرور کروں گا۔ لیکن تم ایک کام کرو۔ چالیس روز تک روزانہ ہر رات اپنی عبادت گاہ میں کچھ وقت اللہ کی یاد میں گزارا کرو اور اس دوران اللہ سے یہ التجا کیا کرو کہ اے میرے رب، اگر تو نے مجھے اس بیماری سے شفا دے دی تو میں مرتے دم تک تیرا فرمانبردار بن کر رہوں گا۔‘‘ میں نے ماسٹر صاحب کی اس ہدایت پر عمل شروع کردیا۔ ان دنوں میں ذہنی طور پر پریشان ہونے کی وجہ سے ویسے بھی تنہائی کی تلاش میں رہتا تھا۔ ماسٹر صاحب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ۳۰ روز گزر چکے تھے۔ اس رات میں منڈی بہاؤالدین کے موضع ’’رجوعہ‘‘ میں ایک دوست کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ حسب معمول رات کے وقت عبادت گاہ میں بیٹھا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کوڑھ ہوگیا ہے۔ میرا سارا جسم گل سڑ رہا ہے اور اپنی اس حالت کی وجہ سے میں زاروقطار رو رہا ہوں۔ اتنے میں خواب میں ہی مجھے ایک انتہائی پرنور باریش چہرہ نظر آیا۔ ایسا حسین وجمیل چہرہ میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس شخصیت نے مجھ سے پوچھا کہ آپ روکیوں رہے ہو۔ میں نے روتے ہوئے جواباً عرض کیا کہ میری جو حالت ہے، کیا یہ ہنسنے کے قابل ہے؟...... میرا جواب سن کر اس چہرے پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ جگمگائی اور پھر انہوں نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرنا شروع کردیا۔ پھر مجھے کہا کہ: ’’تمہاری بیماری ختم ہو جائے گی۔ آئندہ کوئی دوائی استعمال نہ کرنا اور اب فرمانبردار ہو جاؤ۔‘‘ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی اور میرے دل میں پہلا خیال یہ آیا کہ اب مجھے تائب ہو جانا چاہئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ وہ دن اور آج کا دن، مجھے دوبارہ کبھی خارش کی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں نے تمام دوائیں اور کریمیں پھینک دیں۔ اب کبھی اسکن الرجی کے لئے دوا استعمال نہیں کی۔ یہ ۲۰۰۶ء کی بات ہے۔‘‘

قادیانی جماعت سے بغاوت کرنے پر میری بیٹی کو اغوا کرلیا گیا

’’جب قادیانی جماعت کے کچھ سرکردہ لوگوں کی اخلاقیات سے گری ہوئی حرکتوں کے متعلق میرے خط کے جواب میں امیر جماعت احمدیہ پاکستان مرزا خورشید نے مجھے پاگل قرار دیا تو یہ بات میرے لئے کسی شاک سے

کم نہ تھی۔ میں کئی روز تک اس صدمے سے باہر نہ نکل سکا۔ کیونکہ اپنی بہترین کارکردگی کی وجہ سے میں جماعت کے اعلیٰ ترین حلقوں میں بے حد پسند کیا جاتا تھا۔ مجھ پر جماعتی قیادت کے اعتماد کا یہ عالم تھا کہ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو کے والد نے فضل عمر ہسپتال چناب نگر میں جب زندگی کی آخری سانس لی تو اس وقت ان کا سر میری گود میں تھا۔ کیونکہ وہ جتنے دن ہسپتال میں زیر علاج رہے ان کی دیکھ بھال اور خدمت کے لئے جماعت نے مجھے ان کے ساتھ متعین کئے رکھا۔ سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر جب ابھی گورنر نہیں بنے تھے اس وقت بھی جماعت کے اعلیٰ سطحی وفود مختلف درپیش مسائل پر تبادلہ خیال کے لئے اکثر ان سے ملاقاتیں کیا کرتے اور سلمان تاثیر ان مسائل کے حل کے لئے جماعت کی ہر طرح سے معاونت کیا کرتے تھے۔ اس طرح کے کئی وفود میں، میں بھی شامل رہا اور مجھے متعدد بار سلمان تاثیر سے ملاقات اور ان کے ساتھ کھانا کھانے کا موقع ملا۔ لیکن آج جب میں نے کچھ لوگوں کی اخلاقی گراوٹ کی طرف انگلی اٹھائی تو جماعت کی قیادت کی نظر میں پاگل ٹھہرا۔ اس صورتحال کی وجہ سے اپنے کام سے میرا دل اچاٹ ہو گیا اور میں نے خود کو جماعت چھوڑنے کے لئے ذہنی طور پر تیار کرنے لگا۔ اس بات کا تو مجھے بھی یقین تھا کہ اگر جماعت کا امیر ہی میری بات پر توجہ نہیں دے رہا تو ایک عام قادیانی میری بات پر کیسے یقین کرے گا۔ اس لئے میں نے مربی کی ذمہ داری سے جان چھڑانے کے لئے بھی سوچ بچار شروع کر دی۔ اسی سلسلے میں پہلا قدم یہ اٹھایا کہ جماعت سے تین سال کی رخصت مانگی، جو Without Pay کی شرط کے ساتھ منظور کر لی گئی۔ چھٹی منظور ہوتے ہی میں نجی دورے پر ملائشیا چلا گیا اور پھر ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۵ء تک میں ملائشیا، سنگاپور، تھائی لینڈ اور سری لنکا میں رہا۔ اس دوران زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے مختلف مزدوریاں بھی کیں۔ اصولاً بیرون ملک سے واپسی کے بعد مجھے دوبارہ مربی کی ڈیوٹی جوائن کرنی چاہئے تھی۔ لیکن میں چونکہ یہ کام چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس لئے اپنی ڈیوٹی پر واپس جانے کی بجائے نوکری کی تلاش شروع کر دی۔ چند روز بعد ہی مجھے ہومیو پیتھک ادویات کی ڈسٹری بیوشن کمپنی ’’کیور یٹو ہومیو پیتھک‘‘ میں جاب مل گئی۔ جس کے مالک موجودہ ناظر امور عامہ سلیم الدین کے برادر نسبتی راجہ رشید احمد رشدی ہیں۔ یہ صاحب اپنے آپ کو رشدی کہلوا کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ میں نے یہاں کام شروع کر دیا اور دوسری طرف جماعت نے ڈیوٹی پر واپس پہنچنے کا تقاضا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں مجھے جماعت کی طرف سے متعدد بار تنبیہ بھی کی گئی اور بطور مربی کام کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن جب میری طرف سے کوئی مثبت جواب نہ ملا تو جماعت نے مجھے مربی کی ذمہ داری سے فارغ کرتے ہوئے تمام میڈیکل کارڈز، پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات مجھ سے واپس لے لئے۔ اس کے ساتھ ہی ’’کیور یٹو ہومیو پیتھک‘‘ کی نوکری سے بھی مجھے جواب مل گیا۔ اب حالت یہ ہو گئی کہ نئی نکور لینڈ کروزر پر گھومنے والا نذیر اپنا گھر چلانے کے لئے رکشہ چلانے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ سوچ سوچ کر خوش ہوتا رہا کہ میں تو جماعت اور مربی کی ذمہ داری سے الگ ہونے کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا۔ چلو اچھا ہوا کہ جماعت نے خود ہی میری جان چھوڑ دی۔ لیکن یہ میری خوش فہمی تھی۔ کیونکہ جماعت احمدیہ تو قیادت سے اختلاف رائے کی جرأت کرنے والے کسی عام قادیانی کو معاف نہیں

کرتی۔ یہاں تو لاکھوں روپے صرف کر کے تیار کیا جانے والا ایک مربی جماعت سے بغاوت کی جرأت کر رہا تھا۔ جماعت اسے ٹھنڈے پیٹوں کیسے برداشت کر لیتی۔‘‘

’’چونکہ میں کاروباری ذہن کا مالک ہوں۔ اس لئے چند روز ادھر ادھر چھوٹی موٹی مزدوری کرنے کے بعد میں نے کوئی کاروبار کرنے کا سوچا۔ اب میں ایسا کاروبار تو کر نہیں سکتا تھا کہ جس کے لئے بھاری سرمایہ انویسٹ کرنا پڑے کہ سرمایہ کہاں سے لاتا۔ البتہ بات کرنے کا سلیقہ بھی تھا اور خوش اخلاقی کا دس سالہ تجربہ بھی تھا۔ میں نے ان دونوں صلاحیتوں سے کام لینے کا فیصلہ کیا اور چنیوٹ میں بطور مڈل مین گنے کی ٹھیکیداری شروع کر دی۔ اللہ نے برکت دی اور میرا کام چل نکلا۔ اسی دوران میرے اندر ایک اور تبدیلی بھی آئی۔ اگرچہ میں اسکن الرجی سے شفایابی والا خواب دیکھنے کے بعد دل سے اسلام کی حقانیت پر ایمان لا چکا تھا۔ لیکن ابھی علی الاعلان قادیانیت سے تائب نہیں ہوا تھا۔ البتہ جماعت سے میں نے عملاً علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ چناب نگر میں رہتے ہوئے بھی تو میں جماعت کی مذہبی تقریبات میں شرکت کرتا اور نہ ہی جماعت کو چندہ دیتا۔ علاقے کے مسلمانوں کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا زیادہ ہو گیا۔ بلکہ میں اکثر ان کی مسجد میں بھی چلا جاتا۔ جماعت میری سرگرمیوں کو واچ کر رہی تھی۔ اس کا پتہ مجھے ایسے چلا کہ جب ایک روز مجھے صدر دفتر عمومی طلب کر کے کہا گیا کہ: ’’آپ کی حرکات ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ اس پر توجہ دیں۔ ورنہ آپ کو اس کے سنگین نتائج بھگتنا پڑ سکتے ہیں۔‘‘ میں نے اس دھمکی کا جواب اس طرح دیا کہ چناب نگر والا گھر چھوڑ کر قریبی پہاڑی کے دامن میں سرکاری اراضی پر ایک کچا کمرہ بنایا اور بیوی کے ہمراہ وہاں رہنے لگا اور پوری توجہ اپنے کاروبار پر مرکوز کر دی۔‘‘

’’۹؍جنوری ۲۰۰۷ء کی صبح تھی۔ گھڑی غالباً سات بج کر چالیس منٹ بجا رہی تھی۔ میں اپنی چھ سالہ بیٹی عروسہ نذیر کو راجیکی روڈ پر واقع اس کے سکول ’’ٹوئنکل اسٹار اکیڈمی‘‘ چھوڑنے کے لئے گھر سے نکلا۔ ہم باپ بیٹی موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔ جب راجیکی روڈ پر چڑھے تو پیچھے سے آنے والی ایک ۸۶ ماڈل کی کرولا کار میں سے کسی نے آواز دی۔ ’’ٹھیکیدار صاحب ذرا رکنا۔‘‘ میں سمجھا کہ شاید کوئی مقامی زمیندار ہے جو گنے کی فصل کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے موٹر سائیکل روک لی۔ میرے رکتے ہی کار میں سے تین نامعلوم مسلح افراد نکلے۔ انہوں نے مجھ سے میری بیٹی اور موٹر سائیکل چھینی، میری جیب میں موجود تین ہزار روپے نکالے اور چلتے بنے۔ میں نے تھانہ چناب نگر اطلاع دی تو پولیس نے بچی کی بازیابی کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ چند روز گزر گئے۔ لیکن بچی نہ مل سکی۔ اسی دوران نامعلوم نمبرز سے مجھے کالیں آنے لگیں۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ کال اس وقت آتی جب میں تھانے آتا۔ تھانے سے باہر نکلتے ہی میرا موبائل فون بجنے لگتا اور کسی نامعلوم نمبر سے کال کرنے والا شخص مجھے کہتا، ’’تھانے سے ہو آئے ہو، اچھی بات ہے۔ لیکن کیا اس طرح تمہیں تمہاری بیٹی مل جائے گی۔ تم نے بہت کاروبار کر لیا ہے۔ اب اگر اپنی بیٹی کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس میں سے ہمارا بھی کچھ حصہ نکالو۔‘‘ وہ لوگ چند روز تک اسی طرح میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے رہے اور پھر ایک روز انہوں نے مجھ سے بیٹی کے بدلے ۵۰ لاکھ تاوان مانگ لیا۔

میرے منت سماجت کرنے پر ۲۰ لاکھ روپے میں معاملہ طے ہوا۔لیکن میرے لئے یہ بھی بہت بڑی رقم تھی۔ میں اتنے پیسے کہاں سے لاتا۔ چونکہ گنے کا سیزن چل رہا تھا۔کئی زمینداروں کے بل میرے پاس پڑے تھے۔ میں نے انہیں منت سماجت کر کے اس بات پر راضی کیا کہ اگر وہ مجھے اپنی رقم استعمال کرنے کی اجازت دیں تو انہیں میں چند روز ٹھہر کر ادائیگی کردوں گا۔ کچھ قریبی دوستوں سے ادھار پیسے پکڑے اور اس طرح کر کرا کے ۲۰ لاکھ روپے جمع کیے۔ اغوا کاروں نے تاوان کی ادائیگی کے لئے مجھے رات ایک بجے فیصل آباد کے علاقے ستیانہ بنگلہ میں جھامرہ روڈ پر واقع چک نمبر ۲۳۸ گ.ب شیر کا، کے قریب گزرنے والی نہر کے پل پر بلایا۔ تاوان وصول کرنے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگلے روز دوپہر کے وقت چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر آنے والی ایک ٹرین کے ڈبے سے مجھے میری بیٹی مل جائے گی۔ اگلے روز ایسا ہی ہوا اور چھ روز بعد مجھے میری بیٹی مل گئی۔ بچی بازیاب ہوتے ہی چناب نگر کی پولیس حرکت میں آئی اور مجھے میرے گھر سے اٹھا کر تھانہ چناب نگر کی حوالات میں بند کر دیا۔ مجھ پر میری ہی بیٹی کو اغوا کرانے کا الزام تھا۔ اس روز پہلی بار مجھے محسوس ہوا کہ جماعت نے مجھے سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اب آزمائش کا دور شروع ہونے والا ہے۔"

قادیانی رہنماؤں کی ایما پر تھانے میں بدترین تشدد کیا گیا

"بیٹی کی بازیابی کے بعد اگلے تین روز تک مجھے جماعت احمدیہ کے دفتر عمومی بلوایا جاتا رہا۔ جہاں دفتر عمومی کا کارخاص ناصر بلوچ مجھے یہ دھمکی آمیز پیغام دیتا کہ "آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اب بھی وقت ہے کہ تم سدھر جاؤ۔" لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی تین روزہ "نصیحت" کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا تو اگلے ہی روز مجھے اپنے گھر سے اٹھا کر تھانہ چناب نگر کی حوالات میں پہنچا دیا گیا۔ ساری شام اسی ادھیڑ بن میں گزری کہ مجھے کس الزام کے تحت یہاں لایا گیا ہے۔ جب گھڑی نے رات کے گیارہ بجائے تو ایک اہلکار مجھے حوالات سے نکال کر تھانے کے ایک الگ کمرے میں لے گیا۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی میں نے دیکھا کہ صدر دفتر عمومی اللہ بخش صادق، قادیانی نواز ڈی. ایس. پی سعید اختر تتلہ، مقامی ایس. ایچ. او یاسر بھنوتہ، چوکی انچارج چوہدری اصغر، صدر محلہ باب الابواب نذیر احمد شیشے والا اور ناصر بلوچ سامنے ہی کرسیوں پر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں تحریری طور پر یہ الزام قبول کروں کہ میری بیٹی کا اغوا ایک خود ساختہ ڈرامہ تھا اور میں نے اسے خود اغوا کرایا تھا۔ میں نے یہ سب لکھ کر دینے سے انکار کر دیا۔ میرا انکار سنتے ہی میرے اردگرد کھڑے پولیس اہلکار مجھ پر پل پڑے۔ انہوں نے مجھے مکمل طور پر برہنہ کرنے کے بعد الٹا لٹایا اور چھتر ول شروع کر دی۔ ایک اہلکار با آواز بلند گنتی کر رہا تھا اور باقی مجھے مار رہے تھے۔ انہوں نے گن کر مجھے ۱۰۰ لتر مارے۔ ۴۰ کے بعد میں درد اور تکلیف سے قدرے بے نیاز ہو گیا۔ گنتی پوری ہونے کے بعد انہوں نے مجھے ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے اٹھایا اور لا کر حوالات میں پھینک دیا۔ میری حالت دیکھ کر وہاں بند دیگر حوالاتی بھی سہم گئے۔ ہمارے علاقے کا نامی گرامی چور "یارو موچی" بھی اس وقت حوالات میں بند تھا۔ اس نے میرا سارا جسم دبایا، سنتری سے کہہ سن کر تھوڑا سا تیل منگوایا اور مجھے مالش

کی۔ دوڑھائی گھنٹے بعد میرے حواس بحال ہوئے اور میں اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہوا۔لیکن یہ تو ابھی ابتداء تھی۔ مجھے چار روز تک حوالات میں بند رکھا گیا۔اس دوران پولیس نے مجھ پر تشدد کا ہر ہر حربہ آزمایا۔ وہ بار بار مجھے منجی (چارپائی) پر چڑھاتے تھے۔ چارپائی الٹی کر کے وہ میرے ہاتھ پاؤں چاروں پایوں کے ساتھ باندھ کر چارپائی سیدھی کر دیتے۔ ہاتھ پاؤں بندھے ہونے کی وجہ سے سارا زور میرے جسم پر پڑتا تو مجھے ایسے لگتا کہ میرے جسم کا ایک ایک جوڑ الگ ہورہا ہے۔ یہ اس قدر تکلیف دہ عمل تھا کہ میں چند منٹ ہی برداشت کر پاتا۔ان چار دنوں میں بار بار میرے جسم کو سگریٹوں سے جلایا جاتا رہا۔لوہے کے سریے کو آگ میں گرم کر کے میری پنڈلیوں کو داغا جاتا۔ جس کے نشان اب تک موجود ہیں۔میری رانوں پر رولر پھیرا جاتا۔جس کے باعث میری چیخوں سے سارا تھانہ گونج اٹھتا۔لیکن مجھ پر تشدد کرنے والے میری چیخ وپکار سے محظوظ ہوتے اور ان کا ایک ہی مطالبہ ہوتا کہ میں اپنی جان بخشی چاہتا ہوں تو انہیں لکھ کر دوں کہ اپنی بیٹی کے اغوا کا ذمہ دار میں خود ہوں۔لیکن اس قدر مار کھانے کے بعد بھی میں یہ الزام قبول نہ کرسکا۔یارو موچی مجھے کہتا تھا کہ ’’پولیس کے تشدد کو سب سے زیادہ چور برداشت کرتا ہے، کیونکہ وہ مار کھانے کا عادی ہوتا ہے۔لیکن جتنا تشدد تم پر ہوا ہے اگر مجھ پر ہوتا تو شاید میں بھی برداشت نہ کر پاتا۔‘‘ دراصل یارو موچی اصل بات سے واقف نہیں تھا کہ مجھ پر یہ تشدد کیوں ہورہا تھا۔ بیٹی کے اغوا کا الزام تو محض ایک بہانہ تھا۔ اصل جرم تو جماعت احمدیہ سے میری بغاوت تھی۔ میں چونکہ اصل معاملے سے بخوبی واقف تھا۔اسی لئے پولیس کا ہر ستم میرا حوصلہ بڑھاتا رہا اور میں اپنے مؤقف میں مزید پختہ ہوتا چلا گیا۔ جماعت احمدیہ کے خلاف میرے دل میں نفرت بڑھتی رہی۔اس دوران میری تذلیل کا بھی خوب انتظام کیا گیا۔ چناب نگر کے مختلف گھرانوں کے لوگ اپنے بچوں سمیت تھانہ چناب نگر آتے، مجھے حوالات میں بے یارومددگار پڑا دیکھ کر ہنستے مسکراتے، مجھ پر آوازے کستے، تمسخر اڑاتے اور مجھ پر باقاعدہ لعنت بھیج کر واپس چلے جاتے۔ کچھ ’’خیرخواہ‘‘ مجھے واپس لوٹ آنے اور ایک اطاعت گزار احمدی بن کر زندگی گزارنے کا ’’مشورہ‘‘ بھی دیتے۔ یہ ساری صورتحال میرے لئے انتہائی تکلیف دہ تھی۔ کیونکہ میرا تعلق ایک انتہائی بااثر قادیانی گھرانے سے تھا۔ میرے گھرانے کے اثرورسوخ کا اندازہ کرنے کے لئے یہ ایک مثال ہی کافی ہے کہ ۱۹۸۸ء میں میرے بڑے بھائی محمد رفیع کی جھنگ میں جوتوں کی دکان ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے جوتے رکھنے والے کو شوکیس کے باہر شیشے پر کلمہ طیبہ کا اسٹیکر لگا رکھا تھا۔ چونکہ امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے تحت یہ قانوناً جرم ہے۔اس لئے کسی مقامی مسلمان کی شکایت پر ایک مجسٹریٹ نے ہماری دکان پر چھاپہ مارا۔اس ’’گستاخی‘‘ پر میرے بڑے بھائی نے اس مجسٹریٹ کو بھرے بازار میں تھپڑ مارے تھے۔ پولیس بھائی کو تھانے لے گئی۔ ڈاکٹر عبدالسلام ان دنوں برطانیہ میں تھے۔گھر والوں نے ان سے رابطہ کیا۔انہوں نے وہاں سے ایس۔ پی جھنگ کو فون کیا اور آدھے گھنٹے بعد پولیس میرے بھائی کو عزت واحترام کے ساتھ گھر چھوڑ گئی۔ اس گھرانے کا ایک چشم وچراغ آج بے بسی کے عالم میں تھانہ چناب نگر کی حوالات میں پڑا تھا۔ اپنی اس بے بسی پر اگرچہ میری آنکھیں بھیگ جاتیں۔لیکن یہ سوچ کر دل کو اک گونا اطمینان بھی ہوتا کہ مجھ پر ہونے والے اس ظلم وتشدد کی وجہ میرا کسی اخلاقی جرم میں مبتلا ہونا نہیں ہے بلکہ مجھے جماعت احمدیہ سے بغاوت اور قادیانیت سے نفرت کے

جرم میں اس آزمائش سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ یہی وہ سوچ تھی جو مجھے پولیس کا تشدد برداشت کرنے کا حوصلہ دیتی تھی۔ حوالات میں گزرنے والے وہ چار دن انتہائی صبر آزما تھے۔ اس دوران مجھے بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ دیگر حوالاتیوں کی روٹی میں سے جو چند ٹکڑے بچتے، میں انہیں پانی کے ساتھ نگل لیتا۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ مصیبت کی اس گھڑی میں میرے اپنوں نے بھی مجھ سے منہ موڑ لیا تھا۔ والدین، بہن بھائی، اہلیہ اور سسرال والے مجھے چھوڑ کر جماعت کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ وہ سب میرے حالات سے مکمل طور پر باخبر تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس سارے معاملے سے لاتعلق رہے۔ انہوں نے پولیس سے کوئی رابطہ کیا نہ تھانے آ کر مجھ سے ملنے کی کوشش کی۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے میں ان کے لئے مر چکا ہوں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا تھا کہ مجھ پر بیٹی کے اغوا کا الزام محض ایک فریب تھا۔ اصل معاملہ تو کچھ اور تھا۔ اسی لئے میرے گھر والوں حتیٰ کہ میری بیوی نے بھی میرے کیس میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ بلکہ اس معاملہ سے لاتعلق رہ کر انہوں نے جماعت سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت تک میں نے قادیانیت سے تائب ہونے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان نہیں کیا تھا۔ صرف جماعت سے عملاً علیحدگی اختیار کی تھی۔ لیکن میرا یہ جرم بھی گھر والوں کے لئے قابل قبول تھا نہ جماعت احمدیہ کے لئے۔ اسی دوران میرے ایک وکیل دوست سید زید محسن کاظمی ایڈووکیٹ کو میرے حالات کی خبر ہوئی تو انہوں نے میری بازیابی کے لئے عدالتی بیلف کا پروگرام بنایا۔ کسی طرح چناب نگر پولیس کو بھی اس کی خبر ہوگئی تو انہوں نے فوری طور پر میرے خلاف اغوا کا جھوٹا مقدمہ درج کر کے اگلے روز ریمانڈ کے لئے مجھے ایڈیشنل سیشن جج چنیوٹ عقیل نذیر کی عدالت میں پیش کر دیا۔ میری اس وقت یہ حالت تھی کہ مجھ سے ٹھیک طرح سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ میرے ساتھ آنے والے دو پولیس اہلکاروں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کٹہرے میں کھڑا کر دیا۔ جج صاحب نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے کچھ پوچھا۔ میں چند ثانیے ان کی طرف دیکھتا رہا اور پھر ایک عجیب سی حرکت کی۔ میری اس حرکت پر جہاں جج صاحب کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔ وہیں مجھے عدالت لانے والے سب انسپکٹر اور دو سپاہیوں کے رنگ بھی فق ہوگئے اور میرے پیچھے کھڑے سب انسپکٹر نے بھری عدالت میں اوئے اوئے کرتے ہوئے میری گدی پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔''

چناب نگر میں قادیانیت ترک کرنے والوں کا کوئی پرسان حال نہیں

''جب مجھے ایڈیشنل سیشن جج چنیوٹ کی عدالت میں پیش کرنے کے لئے لے جایا جا رہا تھا تو میں مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ میں عدالت میں اپنی بے گناہی کیسے ثابت کروں گا۔ پولیس کا مجھ پر سخت دباؤ تھا کہ میں عدالت میں پولیس تشدد کے متعلق یا پولیس کے خلاف ایک لفظ بھی نہ کہوں۔ ایس.ایچ.او تھانہ چناب نگر نے عدالت لے جانے کے لئے مجھے ڈبل ہتھکڑی لگائی اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ ''یاد رکھنا، اگر تم نے ہمارے خلاف ایک لفظ بھی بولا تو واپس ہمارے پاس ہی آنا ہے۔'' پولیس کے بہیمانہ تشدد نے میرا دماغ اس قدر ماؤف کر دیا تھا کہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ دنیا کو کیسے بتاؤں کہ ایک باپ اپنی ہی بیٹی کو کیسے اغوا کر سکتا ہے۔ اسی ادھیڑ بن میں مجھے عدالت کے کٹہرے میں پہنچا دیا گیا۔ میں جج صاحب کے سامنے کھڑا تھا اور وہ مجھ سے کچھ پوچھ رہے تھے۔ پھر نہ جانے

میرے جی میں کیا آئی کہ میں نے یکدم نیچے سے اپنے آپ کو برہنہ کر دیا۔ میری اس حرکت پر فوری طور پر دو ردعمل ظاہر ہوئے۔ پہلا یہ کہ جج صاحب کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔ دوسرا میرے پیچھے کھڑے سب انسپکٹر کا میری گدی پر زوردار تھپڑ پڑا۔ لیکن جیسے ہی جج صاحب کی نظر میرے نچلے حصے پر جلے ہوئے زخموں پر پڑی تو وہ ہکا بکا رہ گئے۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے ایک کڑی نظر سے مجھے لانے والے پولیس اہلکاروں کی طرف دیکھا تو ان کے رنگ پھیکے پڑ گئے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ کمرہ عدالت پہ سکوت طاری تھا۔ جج صاحب خاموش بیٹھے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میرا سر جھکا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ لب کانپ رہے تھے۔ میں بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن لفظ میری زبان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد جج صاحب نے میری دل جوئی کے لئے چند ہمدردانہ جملے کہے اور پھر مجھے کسی ڈر اور خوف کے بغیر اپنا مؤقف کھل کر عدالت کے سامنے بیان کرنے کا حکم دیا۔ اس پر میں نے جج صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ”سرکار! میری سمجھ کے مطابق اگر کوئی باپ اپنی ہی بیٹی کے اغوا کا ڈرامہ رچائے تو اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ اس ڈرامے سے کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ دوسری یہ کہ اگر کسی کی اپنی بیوی یا سسرال والوں سے کوئی ناچاقی ہو تو وہ انہیں اذیت دینے کے لئے ایسی قبیح حرکت کرتا ہے۔ تیسری یہ کہ بعض لوگ اپنے دشمنوں کو جھوٹے مقدمے میں پھنسانے کے لئے بھی اس طرح کے ڈرامے رچاتے ہیں۔ لیکن میرے کیس میں یہ تینوں باتیں دکھائی نہیں دیتیں۔ میں اس ڈرامے سے کوئی ذاتی مفاد تو کیا حاصل کرتا، الٹا اغوا کاروں نے مجھ سے ۲۰ لاکھ روپے تاوان لیا اور یہ رقم بھی میں نے ادھر ادھر سے قرض لے کر پوری کی۔ میں ایک خوشگوار گھریلو زندگی بسر کر رہا ہوں۔ میری اپنی بیوی سے کوئی ناچاقی ہے نہ سسرال والوں سے کوئی جھگڑا۔ تیسری بات یہ کہ میری کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ نہ ہی میرا ایسا کوئی مخالف ہے جسے جھوٹے مقدمے میں پھنسانے کے لئے میں ایسی گھٹیا حرکت کروں۔“ جج صاحب نے میری بات اطمینان سے سنی اور پھر پولیس کی سرزنش کرتے ہوئے فوری طور پر میری باعزت رہائی کا حکم دے دیا۔ لیکن رہائی کے بعد بھی جماعت احمدیہ نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ مختلف ذرائع سے ملنے والی دھمکیوں کا سلسلہ تو جاری تھا ہی اس کے علاوہ بھی جماعت نے میرا حقہ پانی بند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ میری اہلیہ تو اسی وقت مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر اپنے میکے چلی گئی تھی۔ جب پولیس نے مجھے بیٹی کے اغوا کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔ میں نے دوبارہ چناب نگر میں رہائش اختیار کرنے کی کوشش کی تو جماعت کی طرف سے حکم جاری کیا گیا کہ کوئی بھی شخص مجھے اپنا گھر کرائے پر نہ دے۔ لہٰذا مجھے ایک مضافاتی آبادی میں رہائش اختیار کرنی پڑی۔ ۲۰ لاکھ روپے تاوان کی ادائیگی کے بعد گنے کی ٹھیکیداری تو کہیں پیچھے رہ گئی تھی۔ بلکہ اب تو اس بھاری رقم کی واپسی ہی میرے لئے سوہان روح بنی ہوئی تھی۔ دوسری جانب پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ انہی دنوں میرے ایک غمگسار قادیانی دوست رفیق جٹ نے مجھے مظفرآباد میں نیلم جہلم پراجیکٹ کے بارے میں بتایا کہ اگر میں وہاں کوشش کروں تو مجھے کوئی چھوٹی موٹی نوکری مل سکتی ہے۔ میں نے رفیق جٹ کے مشورے پر عمل کیا تو مجھے وہاں باورچی کی نوکری مل گئی۔ وہاں گزرنے والے چند ماہ قدرے پرسکون تھے۔ لیکن پھر اچانک مجھے وہاں

سے بھی نکلنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ نیلم جہلم پراجیکٹ کے ہیڈ آفس لاہور سے لے کر مظفر آباد میں سائٹ تک غیر ملکیوں کے علاوہ جو مقامی لوگ کام کر رہے ہیں ان میں صرف دس فیصد مسلمان ہیں۔ جب کہ ۹۰ فیصد قادیانی ہیں۔ ابتداء میں تو انہوں نے میری خوب آؤ بھگت کی۔ لیکن جیسے ہی انہیں خبر ملی کہ میں جماعت احمدیہ سے بغاوت کے جرم میں آج کل زیر عتاب ہوں تو انہوں نے میرا ایسا ناطقہ بند کیا کہ مجبوراً مجھے وہاں سے نکلنا پڑا۔ واپس آ کر میں نے دوبارہ رفیق جٹ سے رابطہ کیا۔ اس کی چناب نگر میں دودھ دہی کی دکان تھی اور وہ پہلے بھی کئی مواقع پر خاموشی سے میری مدد کر چکا تھا۔ ہم نے باہم مل کر کھیتی باڑی کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہم نے چنیوٹ کے کچھ زمینداروں سے رابطہ کر کے ۱۱۲۲ ایکٹر زرعی اراضی ٹھیکے پر لی اور کام شروع کر دیا۔ کچھ مسلمان دوستوں کی مہربانی سے ادھار پر ضروری زرعی آلات خریدے اور پہلی فصل اترتے ہی ادائیگی کا وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ تاوان والے ۲۰ لاکھ روپے کی واپسی کا تقاضا بھی اب بڑھنے لگا تھا۔ مجھے اس کی بھی فکر کھائے جارہی تھی۔ انہی حالات میں کھیتی باڑی شروع کی اور چاول کی فصل کاشت کی۔ اس دوران میرا سابقہ معمول دوبارہ بحال ہوگیا۔ مسلمان دوستوں سے تعلق پہلے سے زیادہ بڑھ گیا اور اب میں نے کھلے عام ان کی مساجد میں جانا شروع کر دیا۔ جب فصل پک کر تیار ہوئی تو کٹائی کے دوران پہلے میرے والد فوت ہوئے اور پھر تین دن کے وقفے سے بڑے بھائی محمد رفیع بھی انتقال کر گئے۔ اگرچہ وہ لوگ مجھے چھوڑ چکے تھے۔ لیکن باپ اور بھائی کے انتقال پر صدمہ ایک فطری امر تھا۔ چند روز سخت پریشانی میں گزرے۔ اسی دوران رفیق جٹ نے فصل کی کٹائی مکمل کرائی اور تمام فصل غلہ منڈی چنیوٹ میں فروخت کرنے کے بعد خود ہی حساب کتاب کر کے مجھے اطلاع دی کہ ہماری چاول کی پہلی فصل ۶۵ لاکھ روپے کی ہوئی۔ جس میں سے میرے حصے میں ۳۵ لاکھ روپے آئے تھے۔ اس نے مجھے ۱۰ردسمبر ۲۰۱۰ء کو ۳۵ لاکھ روپے کا چیک دیا اور کہا کہ اگلے ایک دو روز میں رقم میرے اکاؤنٹ میں منتقل ہو جائے گی۔ اس چیک کا نمبر A11697458 تھا اور وہ یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ چناب نگر برانچ کا چیک تھا۔ جہاں رفیق جٹ نے اپنا کرنٹ اکاؤنٹ کھلوا رکھا تھا۔ جس کا نمبر 0101306 4تھا۔ لیکن رقم میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر نہ ہوسکی۔ دو روز بعد بینک نے تحریری طور پر بتایا کہ مذکورہ اکاؤنٹ میں مطلوبہ رقم نہیں ہے۔ بعد میں مجھے کچھ ذرائع سے پتہ چلا کہ جب جماعت کو میری اور رفیق جٹ کی شراکت داری کا علم ہوا تو قادیانی ذمہ داران نے اسے دفتر طلب کر کے سخت سرزنش کی اور اس کے بعد نہ رقم میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہوئی اور نہ ہی رفیق جٹ چناب نگر میں دکھائی دیا۔ وہ وہاں سے ایسے غائب ہوا جیسے گدھے سے سر سے سینگ۔ اب اصولاً تو چیک ڈس آنر ہونے پر رفیق جٹ کے خلاف قانونی کارروائی ہونی چاہیے تھی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ یہاں یہ بھی بتادوں کہ چناب نگر میں قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہونے والوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ان پر ڈھائے جانے والے مظالم پر چناب نگر تھانے میں ان کی شنوائی اور دادرسی تو دور کی بات ہے الٹا پولیس انہیں اپنے مخصوص ہتھکنڈوں کے ذریعے واپس قادیانیت کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کرتی ہے۔ اس کی ایک مثال ڈی۔ ایس۔ پی سعید اختر تتلہ ہے۔ جس نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی قادیانیوں کے اشارے پر مجھے پر تشدد کرایا۔ اسی طرح جماعت کے مظالم کے خلاف کئی لوگوں کی درخواستیں اب بھی

تھانہ چناب نگر میں پڑی ہوئی ہیں۔ لیکن ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ چیک ڈس آنر ہونے کی وجہ سے صورتحال یہ ہوئی کہ مجھ پر کم از کم بیس پچیس لاکھ روپے کا قرضہ چڑھ گیا اور میری جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ مجبوراً مجھے چناب نگر چھوڑنا پڑا۔''

اسلام قبول کرنے والے تین نوجوانوں کو زندہ جلادیا گیا

''چناب نگر میں جماعتی قیادت سے معمولی سا اختلاف کرنے والوں کا حقہ پانی تو بند کیا ہی جاتا ہے۔ لیکن جو لوگ قادیانیت پر لعنت بھیج کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ انہیں ایسے ظالمانہ طریقے سے نمونہ عبرت بنایا جاتا ہے کہ دوبارہ کوئی ایسی جرأت نہ کرسکے۔ جب کہ مقامی پولیس ایسے جرائم کی مکمل طور پر پردہ پوشی کرتی ہے۔ اس کی ایک مثال ۲۰۱۱ء میں وقوع پذیر ہونے والا ایک واقعہ ہے۔ چناب نگر کے علاقے طاہر آباد کے رہائشی تین لڑکے احمد، ندیم اور حفیظ مسلمان ہوگئے۔ ان کی عمریں ۲۰ سے ۲۵ سال کے لگ بھگ تھیں۔ جماعت نے انہیں مختلف حیلوں بہانوں سے سمجھانے کی کافی کوشش کی۔ لیکن یہ تینوں نوجوان اپنے ایمان پر ڈٹے رہے۔ جب جماعت نے دیکھا کہ ان کی کوششیں رائیگاں جارہی ہیں تو پھر ایک روز نائب صدر دفتر عمومی ڈی.ایس.پی (ر) حمید اللہ قریشی کے بھائی سابق پولیس انسپکٹر بشیر بلا نے ان تینوں کو اپنے ڈیرے پر بلایا اور آخری بار سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن جب ان تینوں نے قادیانیت کی طرف واپس لوٹنے سے واضح انکار کردیا تو ان پر پیٹرول چھڑک کر تینوں کو زندہ جلادیا گیا۔ ان تینوں نوجوانوں کے ورثاء اپنے بچوں کے اس ظالمانہ قتل سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن انہوں نے قادیانی ہونے کی وجہ سے جماعت احمدیہ سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے یا کسی خوف کے سبب قاتلوں کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرنے کی بجائے خاموشی اختیار کرلی۔ چند روز بعد اس واقعے کو حادثہ قرار دے کر فائل بند کردی گئی۔ مقتولین کے ورثاء کی خاموشی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان تینوں ''باغی'' نوجوانوں کو زندہ جلائے جانے کا فیصلہ کہیں اور کیا گیا تھا۔ بشیر بلا نے تو صرف اس فیصلے پر عملدرآمد کیا تھا۔ چناب نگر میں یہ معمول کی بات ہے کہ اگر کسی ''باغی'' کو ٹھکانے لگایا جائے تو اولاً تو اس کے ورثاء کوئی قانونی کارروائی نہیں کرتے اور اگر معاملہ زیادہ بگڑ جائے یا میڈیا پر آجائے تو پھر پہلے ورثاء کی طرف سے مقدمہ درج کرایا جاتا ہے اور پھر چند روز بعد انہیں کچھ رقم بطور دیت ادا کر کے صلح کرلی جاتی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ چناب نگر میں رہنے والے سب لوگ یہ کام اپنی خوشی سے نہیں کرتے، بلکہ کئی مجبوریوں نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ رکھے ہیں اور وہ بہت سے کام اپنی مرضی کے برخلاف اور جماعت کی مرضی کے مطابق کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جماعتی قیادت نے اپنی ''امت'' پر بے شمار چندے عائد کر رکھے ہیں۔ جب میں جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھا۔ اس وقت ہر قادیانی سے ۲۵ مختلف مدّات میں چندہ لیا جاتا تھا۔ اب تو سنا ہے کہ جب سے مرزا مسرور نے خلافت سنبھالی ہے چندے کی کچھ مزید مدات بڑھادی گئی ہیں۔ اسی طرح جو لوگ چناب نگر میں رہائش اختیار کرتے ہیں انہیں وہاں زمین، جائیداد کے مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوتے۔ چناب نگر کا تمام رقبہ ۹۹ سالہ لیز پر جماعت احمدیہ کے نام ہے جو قادیانی وہاں اپنا گھر بنانا چاہے اس سے ایک فارم بھروا کر جماعت اسے سادہ کاغذ کی ایک چٹ پر پلاٹ کا الاٹی نمبر لکھ کر تھمادیتی ہے۔ اس موقع پر خریدار سے یہ تحریری ضمانت

لی جاتی ہے کہ وہ یہ زمین کسی غیر قادیانی کو کسی بھی صورت فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر وہ کسی قادیانی کو بھی فروخت کرنا چاہے تو اس کے لئے بھی جماعت سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ چونکہ چناب نگر میں کسی کے پاس بھی جائیداد کے مالکانہ حقوق نہیں۔ اس لئے بغاوت کرنے والوں کے گھر اور جائیداد پر جماعت کا قبضہ عام معمول ہے۔ پھر بغاوت کرنے والوں کو جذباتی طور پر بلیک میل کیا جاتا ہے۔ اگر کسی باغی کے بچے چھوٹے ہوں تو جماعت وہ بچے چھین لیتی ہے۔ اس کی ایک مثال میں خود ہوں۔ میری دو بیٹیاں سابقہ بیوی اپنے ساتھ لے گئی۔ اب جماعت کی طرف سے مجھے ان سے ملنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ اسی طرح ہمارے ایک ساتھی شیخ زبیر انور ہیں۔ جنہوں نے ۲۰۰۲ء میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت ان کی اکلوتی بیٹی دو ڈھائی سال کی تھی۔ وہ بچی ان سے چھین لی گئی۔ وہ گزشتہ بارہ سال سے اپنی بیٹی حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ لیکن ابھی تک انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اب بھی اس سلسلے میں چنیوٹ کی ایک مقامی عدالت میں ان کا کیس چل رہا ہے۔‘‘

محمد نذیر نے مزید بتایا کہ: ’’شیخ زبیر انور کا بھی عجیب قصہ ہے۔ اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے کیا خوبصورت اسباب پیدا کئے۔ ایک ملاقات میں وہ مجھے بتا رہے تھے کہ ان کا تعلق لاہور سے ہے۔ بعدازاں چناب نگر منتقل ہو گئے۔ وہ پیدائشی قادیانی تھے اور ۳۸ برس تک قادیانیت سے وابستہ رہے۔ درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ شیخ زبیر کا کسی گھریلو مسئلے پر بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ دفتر عمومی کی طرف سے انہیں اس جھگڑے میں ثالثی کا پیغام دیا گیا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر دفتر آنے سے انکار کر دیا کہ یہ ان کا گھریلو مسئلہ ہے۔ جماعت اس میں مداخلت نہ کرے۔ جماعت ان کے اس حرف انکار پر اس قدر تلملائی کہ چند روز بعد کچھ لڑکے زبردستی ان کے گھر میں داخل ہوئے اور انہیں اٹھا کر دفتر عمومی لے آئے۔ اس وقت دفتر عمومی کے انچارج میجر (ر) شاہد سعدی اور نائب صدر ڈی.ایس.پی (ر) حمید اللہ قریشی ہوا کرتے تھے۔ دفتر عمومی میں شیخ زبیر پر شدید تشدد ہوا اور انہیں وہاں چند روز تک محبوس رکھا گیا۔ اس دوران ان کے گھر پر قبضہ ہوا۔ اس سلسلے میں ان کی قادیانی بیوی نے جماعت کا بھرپور ساتھ دیا۔ پھر ایک روز انہیں شام کے وقت وہاں سے نکال کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور چنیوٹ کے ایک چوک میں یہ کہہ کر اتار دیا گیا کہ دوبارہ چناب نگر کا رخ نہ کرنا۔ شیخ زبیر کے پاس اس وقت صرف تن کے کپڑے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ رات کہاں گزاریں۔ اسی اثناء میں پاس سے گزرنے والے کسی مقامی آدمی نے انہیں قریب ہی واقع مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کے مدرسے کی راہ دکھائی۔ وہ وہاں پہنچ گئے۔ اتفاقاً مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ ان دنوں چنیوٹ میں ہی قیام پذیر تھے اور اس وقت مدرسے میں موجود تھے۔ شیخ زبیر کی بپتا سننے کے بعد انہوں نے اپنے مدرسے میں ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ شیخ زبیر قریباً ڈیڑھ ماہ ان کے مدرسے میں مقیم رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس دوران وہ جس بات سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے وہ یہ تھی کہ مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ نے ایک بھی دن ان سے نفرت کا اظہار کیا نہ ہی انہیں قادیانیت چھوڑنے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ بلکہ وہ جب بھی مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ ان کے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آتے۔ چونکہ شیخ زبیر پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ اس لئے وہ خود گاہے بگاہے مولانا چنیوٹیؒ سے قادیانیت اور اسلام کے متعلق سوالات پوچھتے رہتے اور مولانا جواب دیتے جاتے۔ شیخ زبیر

کا یہ کہنا ہے کہ مولانا منظور چنیوٹیؒ کی صحبت میں گزرنے والے ان چند دنوں نے ہی ان کی کایا پلٹ دی اور وہ مسلمان ہوگئے۔ جب ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع چناب نگر پہنچی تو جماعت نے انہیں پھر نشانے پر رکھ لیا۔۲۰۰۲ء، ۲۰۰۸ء اور ۲۰۰۹ء میں ان کے خلاف تین جھوٹے مقدمے درج کرائے گئے جن میں ان کی گرفتاری بھی ہوئی اور وہ مجموعی طور پر پانچ سال جیل میں بھی رہے۔لیکن ان مظالم کے باوجود ثابت قدم رہے۔تاہم اب بھی وہ اپنی بچی کے حصول کے لئے عدالتوں میں دھکے کھا رہے ہیں۔ بچے چھیننے کے بعد باغیوں کے خلاف جو دوسرا بڑا حربہ استعمال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی کی جوان بیٹیاں شادی شدہ ہوں تو باپ کے مسلمان ہونے کی صورت میں بیٹیوں کو طلاقیں دلوادی جاتی ہیں۔ بلاشبہ یہ کسی باپ کے لئے بہت بڑا صدمہ ہوتا ہے۔اس کے علاوہ قادیانی کمیونٹی کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا معاشی وسماجی بائیکاٹ کیا جائے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس طرح کے کئی تکلیف دہ مسائل بھی بے شمار قادیانیوں کے مسلمان ہونے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔‘‘

قادیانی جماعت نے چناب نگر میں اپنا عدالتی نظام بنا رکھا ہے

’’چناب نگر میں جماعت احمدیہ نے ریاست کے اندر ریاست قائم کر رکھی ہے۔وہاں ان کا اپنا پولیس اور عدلیہ کا متوازی نظام ہے۔ دفتر امور عامہ تھانے اور دفتر عمومی پولیس چوکی کا درجہ رکھتے ہیں۔ جہاں باقاعدہ ٹارچر سیل بنے ہوئے ہیں۔ان کا عدالتی نظام ایسے ہی ہے جس طرح ملک بھر میں عدالتی نظام کے چار درجے ہیں۔ سول کورٹ، سیشن کورٹ، ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ۔ بالکل اسی طرح چناب نگر میں جماعت احمدیہ کے عدالتی نظام کے بھی چار درجے ہیں۔قادیانی وکلا وہاں پیش ہوکر بحث میں حصہ لیتے ہیں۔قادیانی جج چھٹی کے روز وہاں فرائض انجام دیتے ہیں اور آخری اپیل مرزا مسرور کے پاس کی جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ چناب نگر میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔قادیانیوں کی ایک قابل ذکر تعداد ایسی ہے جو وہاں سے نکلنا چاہتی ہے۔لیکن ان کی معاشی وسماجی مجبوریاں آڑے آرہی ہیں۔ میں پوری ذمہ داری سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر آج حکومت چناب نگر کو اوپن سٹی قرار دیتے ہوئے وہاں کے مکینوں کو جائیداد کے مالکانہ حقوق اور جان ومال کا تحفظ فراہم کرے تو ۲۵ فیصد قادیانی ابھی مسلمان ہوجائیں گے۔ جماعت احمدیہ کی قیادت کی علمی قابلیت کا یہ حال ہے کہ ۱۹۹۹ء میں جب میری شادی ہوئی تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میرا نکاح مرزا مسرور پڑھائیں۔ جو اس وقت ابھی خلیفہ نہیں بنے تھے۔ بلکہ ناظر اعلیٰ وامیر مقامی جماعت احمدیہ پاکستان تھے۔میں نے جب ان کے پاس حاضر ہوکر نکاح پڑھانے کی درخواست کی تو وہ پریشان ہوگئے۔تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے اور پھر بڑی سنجیدگی سے بولے۔’’آپ میری انگلی پکڑو اور مجھے جامعہ احمدیہ میں داخل کرا آؤ۔ پانچ سالہ کورس مکمل کرنے کے بعد میں آپ کا نکاح پڑھانے کے قابل ہوجاؤں گا۔‘‘

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے...... ادارہ

حیات شیخ زبیرؒ: مولانا سید محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری: صفحات: ۷۳۶: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ لاہور، مولانا انیس احمد مظہری۔

زیر نظر کتاب تبلیغی جماعت کے شوریٰ کے رکن اور رہنما حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی سوانح حیات، احوال وتذکار اور آثار وافکار پر مشتمل ہے۔ آپ مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ اور حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے خلیفہ مجاز اور تبلیغی جماعت کے مرکزی شوریٰ کے رکن رکین تھے۔ اللہ تعالیٰ مولانا زین العابدین اور انیس احمد کی عزت وشرافت میں بیش از بیش اضافہ فرمائے کہ انہوں نے حضرت کی وفات کے بعد نہایت کم عرصے میں ان کی سوانح ترتیب دیں۔ یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں بالترتیب حضرت کی حیات وخدمات، افادات وملفوظات، حضرت کی وفات پر تعزیتی پیغامات وتاثرات، مقالات ومضامین، عربی ادیبوں کے تاثرات اور اخبارات ومجلات کے خراج تحسین شامل ہیں۔ سرورق پر حضرت کے آبائی مکان اور تبلیغی مرکز نظام دہلی کی تصاویر ہیں۔ کاغذ، طباعت، بائنڈنگ قدرے بہتر ہیں۔ مؤلفین کی کاوش قابل داد وتحسین ہے۔

مزاج نبوی: حافظ محمد اسحاق ملتانی: صفحات: ۳۰۳: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان۔

سیرت نبوی کے ہر گوشے پر کام کرنا خوش بختی، سعادت مندی کی دلیل اور دنیوی فلاح اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔ زندگی کا ہر شعبہ اپنی ترقی نشوونما اور کمال میں سیرت طیبہ کا محتاج ہے۔ معاشرے میں بحیثیت مسلمان ہمارے معاملات، نشست وبرخاست، طرز گفتگو اور رویہ کیسا ہونا چاہئے۔ اس کے لئے مزاج نبوی سے آشنائی ضروری ہے۔ پیش نگاہ کتاب اس موضوع کا بہت خوبصورتی سے احاطہ کرتی ہے۔ پیغمبر کائنات ﷺ کی رحمت وشفقت، نرمی، صبر، بردباری، درگذر، نرم مزاجی اور نرم خلقی کو روایات وواقعات کے خوبصورت پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ کی تربیت کے زیر اثر صحابہ کرامؓ میں آپ کی صفات طیبات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ صحابہ کرامؓ کے صبر وتحمل، استقامت علی الدین اور آنحضرت ﷺ کی مزاج شناسی کے حالات واقعات بھی ذکر ہیں۔ اکابرین امت کی افادات وفرمودات بھی کتاب کو زینت بخش رہی ہیں۔ واقعات وروایات کی ترتیب مرتب کی مہارت اور قابلیت کی غمازی کر رہی ہے۔ کتاب کا سرورق، کاغذ اور طباعت بہترین ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرتب کی مساعی جمیلہ کو قبولیت سے نوازے۔

عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نویدِ مسرت

تقریباً 40 سال بعد پہلی مرتبہ مجاہدین وشہدائے ختم نبوت کی لازوال قربانیوں کا ثمرہ منظر عام پر!

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

- ★ قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی 21 روزہ کاروائی کی رپورٹ جسے حرف بہ حرف حکومت نے 21 حصوں میں شائع کیا
- ★ یہ سرکاری مستند دستاویز اپنے قاری کو حق وباطل کے معرکہ سے اسطرح روشناس کرتی ہے کہ مرزا غلام قادیانی کے پیروکاروں کے گرو مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے گروؤں کی ذلت آمیز شکست کا عبرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔
- ★ یہ رپورٹ مرزا غلام قادیانی اور قادیانیت کے کذب اور دجل پر مہر اور ہر قادیانی ولاہوری کے لئے ''اتمام حجت'' ہے۔
- ★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پہلی مرتبہ انتہائی کاوش وعرق ریزی سے تحقیق وتخریج سے آراستہ کرکے سرکاری رپورٹ کو 5 جلدوں (2952 صفحات) میں شائع کردیا ہے۔ جو کہ مجلس کے ہر دفتر سے صرف لاگت کے خرچہ -/1000 روپے پر دستیاب ہے علاوہ ڈاک خرچہ، نیز vp کی سہولت حاصل نہ ہوگی۔
- ★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے سارے عالم میں اس ''اتمام حجت'' کو قائم کرنے کیلئے یہ پانچ جلدیں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کرنے اور مفت محفوظ download کرنے کی سہولت بھی بہم پہنچادی ہے۔

صرف ایک کلک سے ملاحظہ اور ڈاؤن لوڈ فرمائیں

www.amtkn.com/nareportv1.pdf
www.amtkn.com/nareportv2.pdf
www.amtkn.com/nareportv3.pdf
www.amtkn.com/nareportv4.pdf
www.amtkn.com/nareportv5.pdf

www.amtkn.com
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.khatm-e-nubuwwat.info
www.laulak.info
www.facebook.com/amtkn313

ameer@khatm-e-nubuwwat.com, popalzai@amtkn.com
061- 4783486
0300-4304277
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ ملتان

فرما گئے یہ ہادی لانبی بعدی
تحفظ ختم نبوت کا کام شفاعت محمدی کا حصول ہے
تاجدار ختم نبوت زندہ باد
مفتی عظمت اللہ
بمقام حافظ جی مسجد بالمقابل صدر تھانہ پرانا سبزی منڈی
خان محمد
نظام الدین
فقیدالمثال الحمدللہ سرزمین بنوں پر
تاریخی
سالانہ عظیم الشان
اجتماع ختم نبوۃ
بنوں
بتاریخ یکم ربیع الاوّل 25 دسمبر 2014 جمعرات صبح 8:00 بجے تا عصر
زیر صدارت
حضرت مولانا عبدالغفور قریشی صاحب مدظلہ
ٹیکسلا
مہمان خصوصی
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ
شاہین ختم نبوۃ
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ
حضرت مولانا مفتی امداد اللہ صاحب مدظلہ
حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین صاحب مدظلہ
حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ
شجاع آبادی
حضرت قاضی احسان احمد صاحب مدظلہ
حضرت مولانا عزیز الرحمن ثانی صاحب مدظلہ
حضرت مولانا عابد کمال صاحب مدظلہ
آپ سے گزارش ہے کہ آپ بمعہ احباب اس بابرکت اجتماع میں شرکت فرما کر عشق نبوی ﷺ کا ثبوت دیں۔
شعبہ نشرواشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
جدید منجل نزد ترنگ قبرستان بنوں
0333-3509970, 0332-8102222
0307-5669378, 0300-9060501

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چناب نگر میں ختم نبوت فری ڈسپنسری کا قیام

تعارف وخصوصیات

(۱) اللہ کے فضل وکرم سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں ختم نبوت فری ڈسپنسری کا آغاز اکتوبر ۲۰۱۴ء سے ہو چکا ہے۔

(۲) ختم نبوت فری ڈسپنسری کی مکمل سرپرستی ودیکھ بھال ڈاکٹر محمد صولت نواز کر رہے ہیں۔

(۳) مختلف اوقات میں میڈیکل کیمپ اور آئی کیمپ وغیرہ کا بھی وسیع پیانے پر اہتمام کیا جاتا ہے، جس میں الٹرا ساؤنڈ، بلڈ ٹیسٹ۔ ای سی جی وغیرہ کے ٹیسٹ کی مریضوں کو فری سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ اوران کیمپوں کے لیے فیصل آباد، چنیوٹ، کے ماہر ڈاکٹرز حضرات تشریف لاتے ہیں۔ صبح ۱۰ بجے سے شام مغرب تک بغیر کسی وقفہ کے مریضوں کے چیک اپ اور علاج وغیرہ میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ اور پانچ سو سے زائد مریض ان فری کیمپوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(۴) ختم نبوت فری ڈسپنسری میں روزانہ ۳ بجے سے ۶ بجے تک مستقل ایک ڈاکٹر صاحب پابندی سے بیٹھتے ہیں جو فری میں مریضوں کو چیک کرتے اور نسخہ لکھ دیتے ہیں، ان کے ساتھ ایک کوالیفائیڈ ڈسپنسر بھی موجود رہتا ہے جو مریضوں کو تجویز شدہ نسخہ کے مطابق ادویات فراہم کرتا ہے۔ اگر مناسب سمجھتے ہیں تو فیصل آباد، یا سرگودھا کے ماہرین ڈاکٹروں کی طرف رہنمائی کر دیتے ہیں یومیہ اس فری ڈسپنسری سے ساٹھ سے زائد مریض بحمد اللہ فری علاج کراتے اور اللہ کے فضل وکرم سے شفایاب ہوتے ہیں۔

(۵) ان جملہ امور کی نگرانی اکابرین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کر رہے ہیں۔ مختلف اوقات میں وسیع پیانے پر فری کیمپوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

نوٹ: مخیر حضرات اس کار خیر میں حصہ لے سکتے ہیں برائے رابطہ: 0300-4304277